"شاہ جی کا کوئی عقیدت مند میرے سر پر لگ نہ دے مارے۔ میرے لیے وہ دن بہت بار آفرین ثابت ہوا تھا جب شام کے وقت نانیاں، مٹھائی، گلاب جامن اور رس ملائی کھلانے والے شاہ جی مجھے مرکزی جامع مسجد میں ساتھ لے گئے، وہاں جو میں نے دیکھا۔۔۔۔۔"

مہکتی یادوں کی جگمگاتی تصویریں
حافظ محمد قاسم کے قلم سے

ماہنامہ

دلیل راہ

لاہور

اگست 2008ء - شعبان المعظم 1429ھ

جامعہ رضویہ ضیاءالعلوم میں پہلا طالبعلم ہونے کا اعزاز مجھے ملا
شیرازہ بکھر جانے کا سبب بڑے نہیں چھوٹے ہیں جو اکابر کو متحد نہیں ہونے دیتے
جوانی میں علامہ سید ریاض حسین شاہ کے ساتھ مل کر راولپنڈی میں بزم رضا بنائی

نعت شریف

عطا ہوئیں مرے آقا ﷺ کو رفعتیں کیا کیا
دلیل جس پہ ہیں قرآں کی آیتیں کیا کیا

یہ اور بات کوئی بوجہل نہیں مانا
دیں سنگریزوں نے ورنہ شہادتیں کیا کیا

ظہورِ سرورِ عالم ﷺ سے چشمِ انساں پر
ہوئی ہیں آئینہ زندہ حقیقتیں کیا کیا

کرم ہے خواجہ بطحا ﷺ کا مثلِ ابرِ مطیر
جہاں پہ ان کی ہوئی ہیں عنایتیں کیا کیا

فروغِ اسمِ محمد ﷺ سے قریہ جاں میں
ہیں لوحِ قلب پہ روشن عبارتیں کیا کیا

ہے عشق احمد ﷺ رسل وہ نعمت عظمیٰ
ہوئی ہیں جس سے عبارت سعادتیں کیا کیا

ہیں کام آئی سرِ حشر روسیا ہوں کے
شفیعِ عرصہ محشر کی رحمتیں کیا کیا

اندھیرے کذب و جہالت کے چھٹ گئے نیر
ہوئیں طلوع ، افق پر صداقتیں کیا کیا

WWW.NAFSEISLAM.COM

ضیاء نیّر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا فتیٰ لا تبطل الاوقات فی عہد الشباب

شہہ لولاک کے غلام نوجوانو!

آیئے! اپنی اس دنیا میں رائج نظام کو ''غور وفکر'' اور دھیان و بصیرت سے پرکھیں۔ آپ پوری طرح محسوس فرمائیں گے کہ اندھی اور سیاہ قوتوں کی رعونت نے ''گلوبل ویلج'' کو کمزور انسانوں کی ہلاکت کا مقتل بنا دیا ہے۔ خونی انتقام کا سلسلہ زمین کو مسلمانوں پر تنگ کرتا چلا جا رہا ہے۔ سرخ، سفید اور سیاہ سامراج مسلمانوں میں طرح طرح کی کمزوریاں پیدا کر کے انہیں غلام اور محکوم بنانے کی سازشیں کر رہا ہے۔ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت آدھی مغربی دنیا اسلام کے زبردست حکیمانہ نظام پر اعتراض آفرینی میں مشغول ہے۔ حضور ﷺ کی صاف اور شفاف سیرت اور نورانی اسوہ پر گستاخانہ حملوں کی چیرہ دستیاں طوفانِ بدتمیزی بپا کیے ہوئے ہیں۔ ماضی کی طرح آج بھی رشدی، تسلیمہ نسرین، شاکر اور ذاکر نائیک ایسے لوگ مغربی ابوالعجبیوں بلکہ ہوس واہانت کے غباروں میں ہوا بھر رہے ہیں۔ مغرب کا جدید ہتھیار فرقہ واریت کی بجائے تشکیک آفرینی ہے۔ جدید مذہب ''کمپیوٹر مذہب'' کی صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ جس کی مرضی میں جو آئے وہی ہانکے، جتنے لوگ اتنے اسلام، بٹن دبایئے جو شخص جو ہرزہ بکے اسی کو تحقیق جان کر محققِ اسلام اور مفکرِ اسلام ہونے کا دعویٰ فرما دے۔ کون پوچھتا ہے اور کون بتائے اصل اسلام کی حقیقت کیا ہے۔

آج کا انسان سائنسی حیوان بن چکا ہے جبکہ ایجادات کے رخ تین ہی ہیں۔ مادی ارتقاء کا عروج، تعیش بھری زندگی کی توسیع یا پھر مہلک ہتھیار سازی، اب تو شنید ہے امریکہ نے ایسا بم ایجاد کر لیا ہے جو ذہنوں کو مفلوج کر دینے والا ہے۔ انسانوں کی بہیمانہ سوچیں بتاتی ہیں کہ ''مثبت فکر'' کے مبلغ اور داعی دنیا سے اٹھ گئے ہیں۔ دنیا پر خونخوار ایجنسیوں کی حکومت ہے۔ پچھلے زمانے میں درندے جنگلوں میں دھاڑتے تھے اس زمانے میں مشینی بھیڑیئے رصد گاہوں، سائنسی تجربہ گاہوں اور حکومتی ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جنس اور کچے گوشت کی تجارت عام ہو رہی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا جس نجاست کا علمبردار بن چکا ہے اب تو شریف آدمی ٹی وی کے سامنے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ موبائل تھیٹر اور سینمے بن چکے ہیں جہاں سکرین پر ننگی تصویروں کی جھلکیاں بارہ بارہ سال کے لڑکوں تک کے لئے وہ دلچسپیاں بن گئی ہیں کہ کلاس روم یا تو اجڑ چکے ہیں یا سکون سے پڑھنا محال بن چکا ہے۔ بورڈ اور یونیورسٹیاں دھڑلے سے سندیں بیچنے کا کاروبار کرتی ہیں۔ نفسی نفسی کا ماحول بن چکا ہے۔

مسلمان ممالک میں حکومتیں امریکہ کے مقاصد پورے کرنے کی تجارتی کمپنیاں ہیں۔

سعودی عرب میں "حرمین شریفین" تک منحوس فیصلوں کی رسائی ہو رہی ہے۔ پاکستان کے لوگوں کے لئے عمرہ کی پابندی ہے۔ جدید نظام حج اور عمرہ پرانے زمانے کی قزاقی اور ڈکیتی کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ متوسط طبقہ ختم کرنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں تاکہ چھوٹے بازار ختم کر کے بڑی منڈیوں کے ذریعے پیسہ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تک پہنچایا جائے۔ حرمین شریفین میں غریب لوگوں کی رہائشیں ختم کر کے حج اور عمرہ کو صرف نزہت اور پکنک بنانے کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔

پاکستان کے اندر یوسف مشرفیاں بانٹ رہے ہیں اور مشرف یوسفیاں تقسیم کر رہے ہیں۔ زرداری دوبئی بیٹھ کر پاکستان پر حکومت فرما رہے ہیں۔ شریف وشہباز بھی پناہ گاہوں کی تلاش میں ہیں۔ مصر کے اندر وہاں کے نیک اور شریف لوگوں کو ائر پورٹ پر ڈاڑھیاں منڈوانی پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ پکڑ دھکڑ ایسے ابلیس ہتھکنڈے شروع ہی سے اسلامی تحریکات کے پرچم برداروں کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں۔

افغانستان پر سانپ زہیوں کی حکومت ہے۔ ارض بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے۔ مغرب کے اندر باقاعدہ کام ہو رہا ہے کہ جانا جائے کہ عملی مسلمان کتنے ہیں اور نام کے مسلمان کتنے ہیں۔ شام سے قطر وکویت تک حکمرانوں کو یہ ایجنڈا دے دیا گیا ہے۔ دین فروش لوگ تلاش کئے جا رہے ہیں تاکہ عماموں کی برتری روندی جائے، منبر ومحراب کو برف کی سلیں بنا دیا جائے۔ یہ دردناک بلکہ خوفناک حقیقت نہیں کہ پاکستان کی پارلیمنٹ میں پچاس گدیوں کے فرزندانِ تقدیس تشریف فرما ہیں، لیکن مذہب کے اعتبار سے وہ عضوضعیف ہیں بلکہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کی سوچیں الحادی مورچوں کی فصل ربیع بنی ہوئی ہیں۔ دینی سیاست کے مطلع الحادی سازشوں کے مقطعے بن چکے ہیں۔ وہ لوگ جن کی پہچان ہی اسلامی افکار کا تصلب تھا وہ یاران بدزبان کے حلیف دکھائی دے رہے ہیں۔

عدالتی تقدس کی بحالی کے لئے وکلاء کی تحریک ایوان صدر کی بے حسی کا شکار تو ہو ہی رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اصل حکومت کس کی ہے؟ پس پردہ مخفی ہاتھ کس کا ہے؟ مایوسی کفر ہے اور قرآن حکیم بد سے بدتر حالات میں بھی یقین کی دولت سے نوازتا ہے، لیکن مسلمان کیا اسی طرح کٹتے رہیں گے؟ ان کے نوجوان ذبح ہوتے رہیں گے۔ مغربی میزائیل حق کے پرچم برداروں کی چھاتیاں چھلنی کرتے رہیں گے۔ ناکام ہڑتالوں، بے نتیجہ مارچز، اور بے منزل احتجاج کنارے نہیں لگیں گے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم سوچیں کہ ہم سے غلطی کیا ہوئی ہے، ہم نے ٹھوکر کہاں کھائی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم نے مصر سے اسلام آباد تک اللہ کے نظام سے بے وفائی کی ہے۔ ہم سب نظام مصطفی کے چور ہیں۔ نظام شریعت کو ہم نے پامال کیا ہے۔ کل تک کچھ لوگ تو نظام الاسلام کی بات کرتے تھے آج وہ بھی بددینی سیاست کے سرطان سے دوچار ہو چکے ہیں۔

آؤ ایک بات یاد رکھو اس وقت پھر کچھ نوجوانوں کو منظم ہونا ہوگا جو اسلامی نظریہ حیات کے متوالے ہوں۔ وہ دباؤ کی سیاست نہ کریں۔ مسلکی منفعتیں ان کا قبلہ مقصود نہ ہوں۔ وہ ایک دوسرے کو کنارے لگانے کے لئے کوشاں نہ ہوں۔ ان کا ایک ہی مقصد ہو، حق اور سچ صرف اسلام ہے۔ ملوکیت، بادشاہت، جمہوریت سب بت ہیں، جنہیں ہم نے توڑنا ہے اگر ایسی کوئی دوٹوک قوم میدان عمل میں کود پڑے تو اللہ پاک اسے نصرت سے نوازدے گا۔ نوجوانوں کو وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

یا فتی لا تبطل الاوقات فی عهد الشباب

قرآن مجید کی ایک آیت سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ صرف خلوص نیت سے قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ
اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ (سورہ توبہ:۲۴)

''فرما دو اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے جوڑے اور تمہارے کنبے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہاری مرغوب رہائشیں تمہیں زیادہ محبوب ہوں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے تو ٹھہرو ذرا یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسق قوم کو کبھی منزل یاب نہیں فرماتا''

اے اللہ کریم!
اے رب جلیل!
''بمصطفےٰ'' صدیق کا صدق عطا فرما
''بمرتضےٰ'' فاروق کی عدالت سے نواز
''بزہرہ بتول'' حیائے عثمان کی خیرات دے
''بحسن وحسین'' عشق علی کو منزل بنا
آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سید ریاض حسین شاہ

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

تبصرہ و تزکرہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ الکافرون کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۝١ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝٢
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝٣ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا
عَبَدۡتُّمۡ ۝٤ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝٥ لَکُمۡ
دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝٦

فرمادیں اے حق سے انکار کرنے والو (۱) میں عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو (۲) اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۳) اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم نے پوجا کی (۴) اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۵) تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے بھی میرا دین ہے

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

صاحبِ عزیمت رسول کے سینۂ رحمت پر مکی زندگی میں نازل ہونے والا کلامِ شرک سوز

اس کی چھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

رازی لکھتے ہیں

''سات آیتوں پر مشتمل یہ عظیم سورت عہد صحابہ میں جہاں ''الکافرون'' نام سے مشہور تھی وہاں منابذہ، اخلاص اور ''مقشقشہ'' بھی کہلاتی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ صبح اور مغرب کی سنتوں میں اکثر سورہ کافرون اور سورہ اخلاص تلاوت فرماتے اور حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: جس نے سورہ کافرون پڑھی گویا اس نے قرآن حکیم کا چوتھائی حصہ پڑھ لیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ قرآن میں اوامر اور نواہی ہیں اور پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں بعض اوامر دل سے تعلق رکھنے والے ہیں اور بعض بدن سے اسی طرح نواہی کی بھی دل اور بدن سے تعلق رکھنے کے لحاظ سے دو قسمیں ہوئیں اور یہ سورہ ان محرکات سے متعلق ہے جن کا تعلق افعال قلوب سے ہے اس لئے اس سورت کا پڑھنا چوتھا حصہ قرآن کا پڑھنا ٹھہرا۔''

بعض صحابہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کوئی دعا تلقین فرمائیں جو ہم سونے سے پہلے پڑھ لیا کریں آپ نے سورہ الکافرون پڑھنے کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ سورت شرک سے برأت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابویعلیٰ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم ﷜ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ جب تم سفر پر روانہ ہو تو وہاں تم اپنے رفقاء کی نسبت سب سے زیادہ خوش اور بامراد رہو اور تمہارا سامان بھی بڑھ جائے۔ حضرت جبیر ﷜ نے عرض کی یارسول اللہ بے شک میں یہی چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا آخر قرآن کی پانچ سورتیں کافرون، نصر، اخلاص، الفلق اور الناس اس طرح پڑھا کرو کہ بسم اللہ سے ہر سورت شروع ہو اور بسم اللہ پر ہی ختم ہو۔ حضرت جبیر ﷜ فرماتے ہیں اس وقت میں اپنے ساتھیوں میں سب سے کم سامان رکھنے والا تھا جب حضور ﷺ کی تعلیم پر عمل شروع کیا میں سب سے اچھے حال میں رہنے لگ گیا۔

رسول کریم ﷺ کو بچھو کاٹ گیا آپ نے پانی اور نمک منگوایا اور آپ یہ کاٹنے کی جگہ لگاتے جاتے تھے اور ساتھ الکافرون، الفلق اور الناس پڑھتے جاتے تھے۔

سورہ کافرون اللہ کا کلام ہے اور حضور ﷺ کے زبان سے نکلنے والی قرآنی آواز ہے۔ نمایاں، زوردار اور واشگاف کسی ایک منکر، کسی ایک دشمن اور کسی ایک سرکش کے نام نہیں بلکہ قیامت تک ہر زاویے، ہر خطے، ہر منطقے اور ہر علاقے سے ابھرنے والے منکر حق کے لئے لرزا دینے والی آواز، ایسی آواز جو اسلام کا ''رنگ تمیز'' خوب واضح کردیتی ہے کہ اسلام باقی ادیان سے ممتاز کیوں ہے۔ اس میں حریت فکر کے دائرے کتنے وسیع ہیں۔ یہ سورت ایک کردار ہے، ایک سیرت اور ایک عزم۔ ممکن ہے کوئی اپنے دباؤ سے، اپنے اثر رسوخ سے، طمع سے، لالچ سے یا خوف سے چاہے کہ ''صبغة الله'' میں رنگا ہوا باوقار کردار اپنا رخ، اپنی جہت یا اپنی سوچ بدل لے۔ اللہ کا کلام حضور ﷺ کی سورت میں ''اسوہ حسنہ'' ہر قاری قرآن کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اپنی نیرنگی اسلوب سے اعلان کرتا ہے، عقیدہ توحید ہو تو ایسا ہو اور عبادت کا عزم ہو تو یوں ہو، یہ کردار ہی وہ مضبوط بنیاد تھی جس پر دین اسلام کی عمارت بنی۔

رسول اللہ ﷺ نے حرم میں اتر کر، جبل ابوقبیس پر چڑھ کر، گھروں دروں پر دستک دے کر، میلوں محفلوں میں جا کر، قافلوں کاروانوں سے مل کر اور لوگوں کو گھر بلا کر، یہ بات اچھی طرح کھول دی تھی کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں۔ ان کی دعوت ایک ہی الٰہ کی طرف ہے، وہ کسی بت صنم، جن دیو، پتھر جماد کو اللہ کا شریک نہیں مانتے وہ جس الٰہ کو ماننے کی دعوت دیتے ہیں، نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے، وہ بے نیاز ہے۔ ہدایت ہر طرح سمٹ کر اب قرآن ہوگئی ہے جسے جو نور ورحمت ملنا ہے وہ اسی قرآن کے ذریعے ملنا ہے۔ نہ وہ خود الٰہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور نہ وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ کوئی اللہ کے سوا کسی کے سامنے ناصیہ فرسا ہو۔

قرآن زبان رسول سے اعلان کررہا تھا کہ ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی پالیسی اب نہیں چلے گی۔ یہ بیگانہ فکری ہے کہ اللہ کی عبادت کا دم بھی بھرا جائے اور ساتھ ساتھ اصنام پرستی بھی کی جائے، زندگی گزارنے کا یہ انداز سراسر غلط اور باطل ہے۔

ہوا یہ تھا کہ کچھ اتحاد پرست حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ضابطہ اتحاد پیش کیا تھا کہ آپ کے اعلان توحید سے انتشار پھیل رہا ہے آپ کی آواز سے بتوں کی تہذیب کو دھچکا لگتا ہے اور ہم بالکل تباہ ہورہے ہیں، اگر آپ نے اپنا کام اسی طرح جاری رکھا تو ہماری قوت بکھر جائے گی، وحدت پارہ پارہ ہوجائے گی، قبائل بدک کر بھاگ جائیں گے۔ قومی وجود کا سائبان گر کر ہمیں تہس نہس کردے گا۔ اس دعوت کے پر

چم بردار عاص بن وائل، اسود بن عبد المطلب، ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف رؤسائے مکہ تھے انہوں نے پوری دلجمعی سے یہ تجویز حضور ﷺ کے سامنے رکھی کہ ایک سال ہم سب مل کر آپ کے الٰہ کی عبادت کیا کریں اور دوسرے سال آپ اور ہم سب مل کر اپنے دوسرے معبودوں کی عبادت کیا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں۔

یہ تھا وہ لمحہ اور یہ تھے وہ حالات اور یہ ہے وہ منظر کہ سورہ کافرون حضور ﷺ کے سینہ پر نازل ہوئی۔ اس سورت نے معاملہ کو پوری طرح بے غبار کر دیا کہ وہ لوگ جو تاثر دے رہے تھے کہ ان میں اور حضرت محمد ﷺ میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے ہم بت پرست رہ کر اور وہ توحید مان کر بھی ایک رہ سکتے ہیں۔

سورہ کافرون نے اعلان کر دیا کہ محمدی عبادت اور مشرکانہ عبادت نہ اکٹھے ہو سکتے ہیں نہ اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ وحدت کی بنیاد صدق، صدق اور صدق ہے۔ اسلامی طرز حیات اور کافرانہ اندازِ زندگی دونوں میں فرق ہے یہ الگ بات ہے کہ باطل پرست باطل ہی کو دین سمجھتے ہیں جب ایسا ہے تو محمدی لوگوں کو اسلام ہی کو صدق، سچ اور دین ماننا چاہیئے۔

سورہ کافرون پڑھنے والوں کے لئے اس عظیم سورہ میں کلماتی اظہار کی صورت میں جمالیاتی آب حیات کا اہتمام کر دیا گیا۔

بڑی زندگی ہے اس اظہار میں

''آپ فرمادو''

غیرت اور حمیت کی رحمتیں برس رہی ہیں

اس للکار میں

میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو

تمہارے لئے تمہارے نیچے گرنے کا مقام اور میرے لئے میرا دین

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝

فرمادیں! اے حق سے انکار کرنے والو

مفسرین نے لکھا کہ انکار کے بعد انکار، تاکید کے بعد تاکید اور قطعیت کے بعد قطعیت، نفی، قطعیت اور تاکید کے تمام اسالیب اس سورت میں جمع کر دیئے گئے---------

سورت کا آغاز لفظ ''قل''، ''آپ فرمادیجئے'' سے ہو رہا ہے۔ یہاں ''قل'' فرمانا کیا حکمتیں رکھتا ہے۔ آئمہ تفسیر نے بڑی دقت نظر سے رفع حجابی کی ہے۔ رازی کی بات ہی کیا ہے۔ آپ نے جس علمی اور ادبی انداز میں سربستہ حکمتوں کا سراغ لگایا ہے انہی کا حصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کے صحیفہ دل پر جو کلام نازل ہوا وہ اللہ کی طرف سے امت کے لئے روحانی امانت کی حیثیت رکھتا ہے اور حضور انور ﷺ نے وفا و اطاعت کے جذبہ سے پوری اخلاص مندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچائے۔ سورہ کافرون بھی اللہ تعالیٰ کی امانت تھی جو حضور ﷺ کو جیسے کہا گیا تھا آپ نے اسی طرح اس کا ابلاغ فرمایا۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن میں زبر اور زیر کی رعایتوں کے ساتھ پیغامات الٰہیہ کی تحفیظ کی گئی ہے---------''

دوسری حکمت یہ بیان کی گئی کہ ''انسان اپنے مالک اور مولیٰ کی تو ہر بات برداشت کر لیتا ہے لیکن کسی دوسرے کی سخت بات سننا دشوار ہوتا ہے۔ مشرکین چونکہ اللہ کو اپنا مالک سمجھتے تھے اس لئے ان کے لئے اللہ کی بات مان لینا آسان تھا لیکن اگر حضور ﷺ بغیر ''قل'' کے فرمادیتے "یایھا الکافرون''، تو ممکن تھا کافروں سے برداشت نہ ہوتا۔ حضور ﷺ کو یہ فرمانا کہ ''قل'' آپ فرمادو اس بات کی دلیل ہے کہ لہجے کی سختی حضور کی نہیں خدا کی تلقین ہے اور خدا کسی کا پابند نہیں وہ جیسے چاہے کسی کو مخاطب کرے---------''

امام رازی نے تیسرا نکتہ رقم فرمایا:

''موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں سختی تھی اور ہارون علیہ السلام بھی مزاج میں شدت رکھتے تھے اس لئے جب انہیں فرعون کی طرف بھیجا گیا تو حکم ہوا آپ دونوں فرعون سے نرمی کے ساتھ بات کریں۔ اس کے برعکس حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین تھے۔ رافت اور کریمی آپ کی طبیعت شریف کا حصہ تھی۔ محلِ دعوت میں آپ کو اللہ پاک نے فرمایا ان پر سختی کیجئے۔ اس لئے حکمت کا تقاضا ہوا کہ

زبانِ رحمت میں تخاطب کے وقت تھوڑی شدت آئے اس لئے کہلوایا گیا:

قل یاایھا الکافرون---------''

چوتھی حکمت ہے کہ قرآن کا ضابطہ محبت یہ ہے کہ جب کوئی رسول کریم ﷺ کی شان میں کمی کرے، گستاخی والے لفظ زبان پر لائے اور چھچھورا ہو تو اللہ تعالیٰ بولتا ہے اور جب کوئی شانِ توحید میں کمی کرے حضور ﷺ بولتے ہیں۔ سورہ کوثر کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب حضور ﷺ کے فرزند دلبند دنیا سے رخصت ہوئے، مشرکین نے بغلیں بجائیں کہ اسلام کا ''نخل رحمت'' زیادہ دیر تک رہ نہیں سکتا۔ حضور ﷺ معاذ اللہ ابتر ہیں۔ اللہ نے فرمایا ''بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی'' اب جب کافروں نے یہ کہا کہ کچھ وقت کے لئے آپ ہمارے بتوں کی عبادت کر لیں اور کچھ وقت کے لئے ہم آپ کے رب کی عبادت کر لیں، رب کریم نے محبوب سے فرمایا محبوب اب تو بول اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنہیں تم معبود بنائے بیٹھے ہو---------''

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلچسپ نقطہ بھی لکھا کہ مشرکین نے حضور ﷺ کو ''ابتر'' بے نام ونشان کہا حالانکہ دنیا بھر میں ہر نشان ہے ہی حضور ﷺ کا، آپ کی ذات وجہ تخلیق کائنات ہے۔ جب انہیں ابتر کہا گیا تو آپ کے صفحہ دل پر کتنی شدید ضرب ماری گئی تو اللہ نے حضور ﷺ سے کہا محبوب آپ فرمائیں ''او کافرو'' تا کہ انہیں پتا چلے باتوں کے زخم کتنا درد رکھتے ہیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ جو بات انہوں نے حضور ﷺ کو کہی وہ حضور میں تھی نہیں اور جو اللہ نے حضور ﷺ سے کہلوائی وہ ان کے اندر موجود تھی یعنی کفران کے اندر موجود تھا---------''

رازی قرآن مجید کے سربستہ رازوں سے مزید رفع حجابی فرماتے ہیں اور کلام میں ''قل'' پہلے لانے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اگر قل نہ ہوتا تو یہ الوہی مقالہ بن جاتا یعنی اللہ فرماتا کہ ''میں عبادت نہیں کرتا'' اللہ تو عبادت کرنے سے ہے ہی پاک، قل سے ابتدائے کلام نے بیان کو نبوی مقولہ بنا دیا اور اس سے شانِ توحید اور شان رسالت دونوں عیاں ہوئیں۔ یہ چھٹی حکمت تھی جو رازی نے بیان فرمائی---------''

ساتویں حکمت یہ ہے کہ قل کہنے سے ''تاکید الامر'' ثابت ہوئی اور جس چیز کا اللہ امر کرے اس کے عظیم ہونے کی دلیل ہوتا ہے گویا ''قل'' کے استعمال نے شرک گریزی کو عظیم الشان بنا دیا---------''

آٹھویں حکمت یہ ہے کہ کسی شخص کو نظر انداز کر دینا اس کے لئے سب سے بڑی سزا ہوتی ہے۔ مناظر قیامت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن منکرین کی طرف دیکھے گا نہ ان سے بات کرے گا۔ یہاں بھی اللہ نے پسند ہی نہ فرمایا کہ کافروں کو مخاطب کرے اپنے حبیب سے بات کی کہ آپ اعلام حق فرما دیں---------''

نویں حکمت یہ ہے:

کوثر کی عطاؤں نے حضور ﷺ کو بے خوف کر دیا۔ خدا کی رحمتوں کے حصار نے حضور انور ﷺ کو اپنی پناہ میں لے کر یہ اعلان کر دیا کہ ہر دین دشمن بے نام ونشان ہے۔ اب سورہ کافرون میں حضور ﷺ کو رب نے مخاطب کر کے کہا جب ہم نے آپ کے ہر دشمن کو ابتر بنا دیا ہے تو آپ بے دھڑک سارے کافروں کو للکاریں۔ ''قل'' میں دین کی دعوت شجیعانہ کا اعلام ہے---------''

امام رازی نے کلام میں لفظ قل ابتدا میں لانے کی دسویں حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور ﷺ امت کے لئے باپ اور ماں سے بڑھ کر شفقت ورحمت رکھتے ہیں اگر آپ اپنے بیٹے میں کوئی بڑا عیب اور گناہ دیکھیں اور اسے مخاطب کر کے برملا ٹوک دیں کہ یہ چیز اچھی نہیں تو یہ انداز بیان اور طرز تکلم شفقت ہی کی قسم ہو گی۔ حضور ﷺ سے اے کافرو! کہلوانا اور فرمانا ''قل'' حضور ﷺ کی رحمۃ اللعالمینی کا جلوہ تھا۔ عقب میں کافروں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا جذبہ خیر موجود تھا اس لئے یہ انداز رحمت اور نور ٹھہرا---------''

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی:

جن کو سمجھایا جا رہا تھا وہ حضور ﷺ کے رشتہ دار بھی تھے اور یہ مسلمہ بات ہے کہ رشتہ دار کو اپنے رشتہ دار کی بات لگتی بڑی ہے۔ حضور ﷺ سے ''قل'' کے ذریعہ کہلوانا کہ آپ بتوں کی عبادت کی مذمت فرمائیں، یہ مقولہ از قبیل شرم جہاں کے تھا شاید اس طرح وہ سفلی حرکتوں اور شرک سے باز آ جائیں۔

بارہویں حکمت یہ لکھی گئی:

مشرکین نے جب یہ کہا کہ ایک سال ہم رب کی عبادت کرنے کے لئے تیار ہیں جب کہ آپ بھی ایک سال ہمارے بتوں کی عبادت کریں اس پر حضور ﷺ کچھ دیر خاموش ہوئے کہ آپ کو کیا جواب ارشاد فرمانا چاہیئے، اس پر وحی نازل ہوئی اور رب نے فرمایا آپ کہہ دیں اے کافرو میں بتوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

تیرہویں حکمت یہ ہے کہ شب معراج کو جب آپ کو جلوؤں سے نوازا گیا آپ پر ہیبت طاری ہوئی اور فرمایا میں تیری ثنا کا احاطہ کیسے کروں اور آپ پر سکوت طاری ہو گیا اس پر سورہ کافرون نازل ہوئی کہ آپ دشمنان دین کی مذمت میں گویا ہوں اس سے دونوں کام ہو جائیں گے مذمت بھی ہو گی اور یہ ثنائے الٰہی کا مقام بھی ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں اس کے دشمنوں کی مذمت ہو گی۔

چودھویں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ توحید باری کا ذکر عارفین کی جنت ہے اور مشرکین کے لئے آگ ہے پس محبوب تو بول تا کہ عارفوں کا دل خوش ہو اور وہ جنت کی بو پائیں اور کافروں کی تو مذمت کرتا کہ ان کا انجام لوگوں پر کھل جائے۔

امام فخر الدین رازی نے یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مشرکین سے سنا کہ کچھ لو اور کچھ دو پر صلح کر لی جائے تو آپ ﷺ نے سوچا اگر سختی کے ساتھ ان کا رد کر دیا گیا تو ان کے دل پر کہیں محکم گرہ نہ پڑ جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب اپنے قول سے ان کا رد فرما دو جو آپ کی دشمنی میں ڈھیٹ ہو چکے ہیں ان کے طمع نہ رکھیں ہم نے آپ کو ''کوثر'' یعنی ہر چیز میں کثرت عطا کر دی اور آپ کے دل سے خوف دور کر دیا ہے۔

سولہویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم میں حضور ﷺ کے حق کو اپنے حق پر فائق رکھا یعنی اہل کتاب نے حضور ﷺ کی ذات میں طعن کیا اور مشرکین نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور رب کریم نے آیت میں حضور ﷺ کے دشمنوں کی پہلے مذمت فرمائی پھر شریک ٹھہرانے والوں کا ذکر کیا۔ اب انہوں نے میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کی بات کی ہے تو محبوب تو بول اور میرے حق کو اپنے حق پر فائق کر دے تا کہ ہماری محبت کا راز لوگوں پر اچھی طرح کھل جائے۔

سترہویں حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن امور کا اظہار اپنے نبی کے لئے ضروری سمجھا ان میں اللہ کے نبی نے ذرا برابر بھی مداہنت نہ برتی۔ یہاں ممکن تھا کہ آپ ﷺ کا کریمانہ اخلاق اس طرح کے اسلوب میں کافروں کے سامنے اظہار میں مانع ہوتا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے کہا فرما دوائے کافرو! تا کہ ہر کہ ومہ پر کھل جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی بھی چیز جس کا اظہار ضروری ہوا راز میں نہ رکھی اور کوئی بھی چیز جس کا راز میں رکھنا ضروری ہوا آپ نے اس کا اظہار نہ فرمایا۔

اٹھارہویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں محبوب کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور یہ اعلان فرمایا کہ اللہ مشرکوں کے شرک سے بری ہے تو حضور ﷺ کے لئے ضروری ہوا کہ آپ بھی مشرکوں کے امور شرک فی العبادات سے اظہار برات فرمائیں سو اللہ نے قل سے اپنے محبوب کو اجازت دی کہ فرما دیں کہ میں اے کافرو! تمھارے بنائے ہوئے معبودوں کی عبادت نہیں کر سکتا۔

منکرین سے ''الکافرون'' کے لفظ سے تخاطب

کافرون سے مراد کون لوگ ہو سکتے ہیں؟

مفسرین نے لکھا کہ ''الکافرون'' میں الف لام عہد کا ہے جمع کا نہیں اس بنا پر کافرون سے مراد بت پرستوں کا ایک خاص گروہ تھا جسے مخاطب کیا گیا ہے سب کافر آیت کا مصداق نہیں۔ ممکن ہے یہ رائے رکھنے والے مفسرین کی دلیل یہ ہو کہ فتح مکہ کے موقع پر بہت سے منکرین حق مسلمان ہو گئے تھے اس لئے آیت کا اطلاق صرف ان پر ہو گا جو آخر تک کفر پر جمے رہے۔

مفسرین کا ایک دوسرا طبقہ ہے جس کا خیال ہے ''الکافرون'' سے قیامت تک کے منکرین مراد لئے گئے ہیں۔ دلائل کے اعتبار سے یہ دوسری رائے قوی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ نزول قرآن کے مصادیق اگر چہ معین تھے لیکن قرآن کا پیغام اور احکام آفاقی ہیں اور پھر یہ بھی کہ قیامت تک شرک کی نوعیت نے بدلنا تھا۔ نئے نئے مذاہب وجود میں آنے تھے۔ باطل سوچوں نے رنگوں پر رنگ بدلنے تھے، ایسے میں قرآنی آیت کا مصداق کسی ایک نوعی صورت حال کو بنا دینا مناسب نہیں، سورت کا اسلوب عزم وہمت اور عقیدت اور محبت میں ڈوبا ہوا ہے اور قیامت تک کے ہر کافر، ہر منکر اور ہر مشرک سے گویا قرآن اعلان برأت کر رہا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

رہا یہ مسئلہ کہ ''کافرون'' لفظ میں تصلب ہے، سختی ہے اور میزانِ اخلاق میں دھتکارنا اور کسی شدید تعبیر کا استعمال کرنا درست نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ لفظوں کا تناؤ، سختی، غلط اور شدت تاریخی تعامل کا نتیجہ ہے۔ قرآن جس وقت نازل ہو رہا تھا لوگ فطری امر تھا کہ دو حصوں میں بٹ گئے تھے ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ قرآن مجید نے شعوری تقسیم کے اس مرحلے پر ماننے والوں کو ماننے والا کہا اور نہ ماننے والوں کو نہ ماننے والا کہا۔ اس میں یہ نہ سمجھا جائے کہ آج کے دور کی طرح کوئی ایک مناظر دوسرے کو ''کافرو، کافرو'' کہہ رہا ہے۔ یہ سورت کے اسلوب میں تنبیہ اور فہمائش ہے۔ ڈھیٹ، سرکش اور متعصب لوگ جب یہ چاہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ جا بیٹھیں تو پھر انہیں گلو، پھولو اور قمریوں سے تو مخاطب نہیں کیا جا سکتا جس جگہ وہ کھڑے ہوں جس رویے کو انہوں نے اپنا لیا ہوا سی سے انہیں مخاطب کرنے میں حرج کیا ہے؟

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۝

''میں عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں''

یہ اعلان برائت ہے۔ یہ جملہ کافروں سے مکمل علیحدگی کو مشخص کر دیتا ہے۔ یہ صرف ارادہ نہیں تاریخی عمل ہے۔ نبوی منہاج ہے، صدق کی کذب کو للکار ہے۔ کتنا ٹھوس اظہار ہے کہ میں ہرگز بت پرستی نہیں کروں گا۔ یہ فقرا مضبوط صراحت بھی ہے کہ تمہاری نادانیوں نے خود ہی ہمارے اور تمہارے درمیان ایک خط فاصل کھینچ دیا ہے۔ تمہیں تمہارے بتوں کی بے لذت، عبث اور اخلاق سوز عبادت نے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے تم میرے معبود کی طرف بڑھنے سے کورے، اندھے، ڈھیٹ اور سرکش بن چکے ہو، قرآنی جملے بت پرستوں، مشرکوں، سرکشوں اور طواغیت کے اوہام اور خیالات پر سرخ لکیر کھینچ دیتے ہیں۔ سورہ کافرون کا یہ حصہ خرمنِ باطل کے لئے شعلۂ برق بن جاتا ہے۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۝

''اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم نے پوجا کی اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں''

یہاں ان دو آیتوں میں اسلوب بدل کر پہلی ہی آیتوں کے مضمون کو تکرار لایا گیا ہے

حکمت تکرار پر حضرت امام جعفر صادق ؑ ارشاد فرماتے ہیں:

ان آیات کا سبب تکرار یہ تھا کہ قریش نے حضور ﷺ کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی پوجا کریں اور دوسرے سال ہم آپ کے خدا کی پرستش کر لیں گے اسی طرح بعد والے سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کریں اور اس سے اگلے سال ہم رب کی عبادت کر لیں گے دراصل مشرکین نے اسلوب میں جو پھیر ادیا اور تصریف رکھی یہ کر و تو یہ کر دیں گے اور یہ ہوا تو یہ ہو جائے گا تو بلاغت قرآن نے ان کی تجاویز کا رد ان سے بہتر اسلوب میں کیا۔ تکرار میں لذت بھی ہے اور پھیر پھیر کر غیر اللہ کے معبود ہونے کی نفی بھی کی گئی ہے۔۔۔۔''

زمخشری نے لکھا کہ تکرار میں تاکید کا معنیٰ پیدا ہوتا ہے۔ پہلے دو جملوں میں حال اور استقبال کی نفی ہے اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی ہے۔۔۔۔۔

ابوفتوح رازی نے پہلے دو جملوں میں ''ما'' موصول اور دوسرے دو جملوں میں ''ما'' مصدر یہ لیا ہے۔ اس قاعدہ پر تفسیری مفہوم یہ ہوگا:

''کہ میرے اور تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے اور نہ طریق عبادت میں ہم آہنگی تمہارے بتوں کے بت شریک بنے ہوئے ہیں لیکن میرے اللہ میرے رب اور میرے معبود کا کوئی شریک نہیں''۔

اس میں یہ بات بھی ابھرتی ہے کہ تمہاری عبادت بے معنیٰ ہے نہ تمہارے بت پر خدا جیسے نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں اور نہ تمہارے طریق عبادت میں کوئی معنویت تمہارے بے ڈھنگے انداز میری عبادت کا مثل کیسے بن سکتے ہیں۔ نہ کیفیت میں، نہ لذت میں، نہ حسن طرز میں اور نہ ہی میرے مخلصانہ عمل اور جمالیت مآب سیرت میں۔

سورہ کافرون نے ہر زاویئے سے شرک کا قلع قمع کر دیا

آیات کا اسلوب

کبھی جملہ اسمیہ

کبھی ماضی کی تعبیرات

کبھی مضارع یعنی حال اور استقبال کی تعریفات

معنویت میں تجدد

WWW.NAFSEISLAM.COM

تخاطب میں پر اثر جمال
اعلان میں قطعیت
تکرار میں ادعا اور للکار
لفظوں میں تین تین
اور پھر چار
اور پھر چھے چھے کی ترکیب
اور پانچ لفظی جملے پر دینی دعوت کی ضرب شدید
ایسے لگتا ہے جیسے کوہساروں کے دامن میں ندی رواں دواں ہو یا پھر کوئی آبشار ہے
جو فیض و رحمت بن کر پاکیزہ امنگوں کے صحن میں آ کر گرا چاہتی ہے۔
سورہ الکافرون کا ایک ایک حرف دعوت بن جاتا ہے
پختگی عقیدہ توحید میں
اور دلجمعی دین حق کی خوبصورت راہوں اور
شاہراہوں پر
قاریٔ قرآن بڑا محظوظ ہوتا ہے جب قرآن دعوت لفظ لفظ کے سمندر میں اتر کر سیرت کی دنیا سے پردے ہٹا دیتی ہے۔ اس طرح قاریٔ قرآن حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھا ہوا دکھائی دینے لگ جاتا ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے بھی میرا دین ہے

اس آیہ کریمہ سے پہلے لفظوں کے حدوث، ترکیبوں کے تجدد اور مفاہیم و دعوات کے تکرار نے کفار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا کہ مسلمان کفر کو ایک لمحے کے لئے بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور کافروں میں سے بھی ایک ٹولہ کھل کر سامنے آ گیا جس نے اسلام اور عقیدہ توحید کی خوشبو نہیں سونگھنی تھی۔ قرآن مجید نے حضور ﷺ کی زبان نور سے یہ واشگاف اعلان کروا دیا:

تمہارے لئے تمہارا دین ہے
اور میرے لئے میرا دین

آیت کی تفسیر میں ایک بات تو مفسرین نے یہ لکھی کہ جملہ میں ''جزا'' لفظ محذوف ہے، یعنی جو کچھ تم سوچ اور کر رہے ہو اس کی جزا تمہارے لئے اور ہمارے دین پر عمل کی جزا ہمارے لئے ہے اور یہ بھی لکھا گیا کہ دین بذات خود جزا کے معنوں میں ہے یعنی تمہارے لئے تمہاری جزا اور ہمارے لئے ہماری جزا۔

وہ لوگ جنہوں نے اس جملہ سے خود ساختہ افکار کا الاؤ روشن کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ آیت ہر ایک کو اپنے دین پر قائم رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ ایک کمزور خیال ہے قرآن مجید کی تعبیر، تحقیر اور تنبیہ کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہو گا تم نے جو موجیں گھڑ رکھی ہیں وہ تمہیں ہی مبارک ہوں تم بہت جلد اپنے پالے ہوئے افکار کا انجام دیکھ لو گے۔

حق اور باطل میں آمیزش ممکن ہی نہیں۔ تمہارے لئے تمہارے کمزور اعمال کا وبال اور میرے لئے میرے دین کا کمال۔ دونوں کے درمیان مکمل جدائی ہو چکی ہے۔

توحید ایک مکمل دین ہے
اسلام ایک منزل رسا صراط مستقیم ہے
جبکہ
کفر تصادمات کا مجموعہ ہے
باطل انتشار اور فساد کا مظہر ہے
شرک ذہن و زندگی ہر ایک کو بکھیر

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

دینے والا متضاد نظام ہے
ان کا ملاپ ہرگز ممکن نہیں
یہ سورت ایک دوررس انقلاب کی بنیاد ہے
یہ اپنے پڑھنے والے کو مکمل شعور کے ساتھ لے کر چلتی ہے۔ یہ ذہنوں کو ہر اعتبار سے صاف کر دیتی ہے
اور شاہراہ حق پر چلنے والے قدموں کو استقامت بخشتی ہے کہ وہ ڈگمگا ئیں نہ، عزم اور ہمت کے ساتھ آگے بڑھتے چلیں اس طرح کہ
سوسائٹی میں یہ بات نکھر کر سامنے آجائے۔
اسلام ایک الگ نظام حیات ہے
اور کفر ایک علیحدہ ملت
دونوں کے ماننے والے قیامت بلکہ مابعد القیامت
کبھی ایک نہیں ہو سکتے
داعیان دین کو مداہنت، دوغلہ پن اور دورخی چھوڑ دینی چاہیئے صاف اور سیدھی بات۔
لکم دینکم
ولی دین
بار الٰہ!
ہمت دے کہ ہم صرف اسلام ہی کو مانیں
پروردگار!
توفیق بخش کہ ہم ہر شرک کی تردید شجاعت اور صراحت کے ساتھ کرنے کے قابل ہوں---------
دل کی دھڑکنوں کے مالک!
ہمیں کفر کے دام فریب سے محفوظ رکھ
اے حیات اور روح کی آماجگاہ
اپنے قرب کی خوشبو سے آسودہ رکھ
آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ اصحابہ اجمعین

WWW.NAFSEISLAM.COM

ایمان ذریعہ نجات

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال یدخل اھل الجنۃ الجنۃ و اھل النار النار ثم یقول اللہ تعالیٰ اخرجوا من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیخرجون منھا قد اسود و فیلقون فی نھر الحیا او الحیاۃ شک مالک فینبتون کما تنبت الحبۃ فی جانب السیل الم ترانھا تخرج صفرا ملتویۃ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جنتی، جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے نکالو پس جہنم سے ان لوگوں کو نکالا جائے گا جو بالکل سیاہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان کو بارش کے پانی کی نہر یا زندگی کی نہر میں ڈالا جائے گا۔ (حضرت مالک کو شک ہے کہ ان میں سے کون سی نہر کا ذکر فرمایا) پس وہ لوگ پروان چڑھیں گے جس طرح پانی کے بہاؤ کے کنارے پر دانہ اگتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا وہ زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔

حِبّہ (حاء کے نیچے زیر) حَبّۃٌ کی جمع ہے، بیج کو کہتے ہیں اور جب حَبّہ غلہ کے معنی میں ہو تو اس کی جمع حَب آتی ہے۔

یعنی دونوں کا واحد مشترک ہے (حَبّۃ) اور جمع میں فرق ہے جب حَبّۃٌ بیج کے معنی میں ہو تو اس کی جمع حِبّۃٌ حاء کے نیچے زیر) ہوتا ہے اور جب غلہ کے معنی میں ہو تو جمع حَبٌ آتی ہے۔

"اسود وا" سیاہ ہو گئے سواد سیاہی کو کہتے ہیں۔ الحیا (ہمزہ کے بغیر) بارش کو کہتے ہیں جب کہ الحیاء (ہمزہ کے ساتھ) شرم وحیاء معروف ہے۔ صفراء زرد رنگ اور ملتویۃ لپٹی ہوئی چیز۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن کا دائمی ٹھکانہ جنت ہے اگرچہ پہلے مرحلے میں جنت میں داخل نہ ہو گویا ایمان وہ عظیم دولت ہے جو جنت میں لے جانے کا باعث ہے۔ اس میں خوارج اور معتزلہ کا بھی رد ہے۔ خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب جہنمی ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہوتا ہے نہ مومن، وہ ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا درجہ ثابت کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں سزا بھگتنے کے بعد حکم خداوندی سے جنت میں بھیجے جائیں گے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو جس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے وہ یوں ہے "تفاضل اھل الایمان فی الاعمال" یعنی ایمان والے اعمال میں ایک دوسرے سے فضیلت میں مختلف ہوتے ہیں۔ گویا وہ بتانا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے تو ان سے اعلیٰ درجہ کے مومن مراد ہیں جو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے محفوظ ہوتے ہیں وہ پہلے مرحلے میں جنت میں جائیں گے اور جو گناہوں میں ملوث ہوں گے اگر ان کو معافی نہ ملے اور ان کو سزا دی جائے تو دوسرے مرحلے میں جنت میں جائیں گے۔

گویا ایمان کے باوجود ان کے اعمال میں تفاوت اور کمی زیادتی کی وجہ سے دخول جنت میں بھی ان کے درمیان فرق ہوگا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ نامہ ہائے اعمال کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا۔

ایک نامہ اعمال وہ ہوگا جس میں شرک پایا جاتا ہے یعنی مشرک اور کافر کا نامہ اعمال، تو ایسا شخص دائمی جہنمی ہے اسے ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔

دوسرا وہ جس میں ایمان کے ساتھ ساتھ گناہ کبیرہ بھی ہوں گے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو جہنم میں سزا دینے کے بعد جنت میں بھیج دے۔ جس طرح اس حدیث میں مذکور ہے۔

اور تیسرا نامہ اعمال ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے حقوق العباد میں کوتاہی کی ہوگی اور لوگوں کے مال ومتاع غصب کیے ہوں گے ایسے لوگوں کو جب تک حقدار اور مظلوم شخص معاف نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔ اگر وہ لوگ جن کے حقوق ان لوگوں کے ذمہ ہوں گے، ان کو معاف کر دیں تو یہ پہلے مرحلے میں جنت میں چلے جائیں گے ورنہ ان کو بھی جہنم میں سزا بھگتنے کے بعد جنت میں بھیجا جائے گا۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا (من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل) اس حوالے سے دو باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے ظاہری اعمال ایمان کے اثرات اور نتائج ہیں۔ ایمان محض قلبی تصدیق کو کہتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ایمان کے حوالے سے صرف دل کا ذکر فرمایا زبان یا دیگر اعضاء کا ذکر نہیں فرمایا۔

Nafse Islam WWW.NAFSEISLAM.COM

دوسری بات یہ ہے کہ اشیاء یا امور دو قسم کے ہوتے ہیں

(۱) محسوس (۲) معقول

محسوس امور وہ ہوتے ہیں جن کا ادراک حس سے ہوسکتا ہے مثلاً سن کر جیسے آواز، دیکھ کر جیسے نظر آنے والی چیز یا چکھ کر جیسے ذائقہ وغیرہ سونگھ کر جیسے خوشبو وغیرہ اور ٹٹول کر جیسے جامد چیز۔

چونکہ یہ چیزیں کسی نہ کسی حس سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان کو محسوسات کہتے ہیں لیکن بعض چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق حس سے نہیں ہوتا تو ان کو سمجھانے کے لئے محسوسات کے ساتھ مثال دی جاتی ہے مثلاً ایمان ایسی چیز ہے جس کو حواس میں سے کسی حس کے ذریعے محسوس نہیں کیا جاسکتا اس لئے اس کی کمی زیادتی کو مثال کے ذریعے سمجھایا جاتا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا، رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتو اس سے مراد حقیقی معنیٰ نہیں یعنی ایمان رائی کے دانہ کے برابر نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی کا ایمان کامل نہ بھی ہو بلکہ ادنیٰ درجہ کا ہوتب بھی وہ جہنم سے نجات پائے گا۔

اسی طرح ثواب کا معاملہ ہے جب کہا جائے کہ پہاڑ جتنا ثواب ملے گا تو اس سے مراد زیادتی ہے تعداد مراد نہیں۔

لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان کی مقدار اور وزن نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک کیفیت ہے اس کا کمیت (مقدار) سے تعلق نہیں۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جاتی ہوں اسے ایمان کی مٹھاس حاصل ہوجاتی ہے۔

اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ، ان دونوں کے علاوہ کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہوں۔ وہ کسی بندے سے محبت کرے تو اس کی بنیاد اقتدار، دولت اور کوئی دنیوی وجہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیش نظر ہو۔ اور وہ کفر کی طرف جانا اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان)

تو یہاں مٹھاس سے مراد وہ نہیں ہے جو ایمان کے ساتھ چکھنے سے محسوس ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے مراد اعمال صالحہ کے لئے اس کی تندہی مراد ہے یعنی وہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کوئی جھجک، کوئی تکلیف اور تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعمال کو جسم عطا کردے گا اور ان کا وزن کیا جائے گا کیونکہ امور آخرت جو شریعت کے ساتھ ثابت ہیں ان میں عقل کا دخل نہیں۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ مومن بندے کا اچھا عمل خوبصورت شکل میں اس کے سامنے آتا ہے جب وہ مرجاتا ہے تو وہ پوچھتا ہے تو کون ہے تو عمل جواب دیتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ ایمان و اعمال کو شکل وصورت دے کر ان کو مقدار عطا کردے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایمان عظیم عطیہ خداوندی ہے۔ اس کی موجودگی میں بُرے اعمال جنت کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتے جب کہ کافر بظاہر کتنے اچھے کام کرے وہ جنت سے محروم رہتا ہے کیونکہ ایمان سے محرومی جنت سے محرومی کا باعث ہوتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے اور تصدیق قلبی کے بعد اس کے عقائد میں ظاہراً بھی کوئی خرابی نہ ہو۔ بدعقیدہ شخص کا ایمان اور کلمہ غیر معتبر ہوتے ہیں چاہے وہ ظاہراً تقویٰ وطہارت اور علم وفضل کا مرقع ہی کیوں نہ ہو۔

❁ ❁ ❁

"دریاب کہ عمر رفتہ رانتواں یافت"

محمد دین سیالوی

علامہ محمد دین سیالوی ارض وطن کے معروف عالم دین ہیں اس وقت انگلینڈ کے مشہور شہر نیلسن میں دین مبین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے دانشِ حجاز کے نام سے انبیاء، صلحا اور دانشوران ملت کے ایمان افروز اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ سبق آموز اقوال پر ان کے زرین اور بامعنٰی تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبان حال سے کہی ہوئی باتیں قارئین دلیل راہ کی نذر کی جاتی ہیں۔

سرِ قوتِ مغرب

قوتِ مغرب نہ از چنگ و رُباب است
نے زرقصِ دختران بے حجاب است
نے زسحرساحرانِ لالہ رو است
نے زعریاں ساق ونے زقطعِ مو است
محکمیٔ او نہ ازلا دینی است
نے فروغش از خطِ لاطینی است
قوتِ افرنگ ز علم وفن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع وبریدِ جامہ نیست
مانعِ علم وہنر عمامہ نیست

قوتِ مغرب کا راز:

مغرب کی قوت چنگ ورباب سے نہیں، نہ بیٹیوں کے ننگے ناچنے کی وجہ سے ہے، نہ حسین جادوگروں کے جادو کی وجہ سے، نہ ننگی پنڈلیوں اور بال کاٹنے کی وجہ سے، ان کی مضبوطی بے دینی کی وجہ سے ہے اور نہ لاطینی رسم الخط کی وجہ سے۔ مغرب کی قوت علم وفن کی وجہ سے ہے، اسی آگ سے ان کا چراغ روشن ہے، علم وحکمت کپڑوں کی کانٹ تراش سے نہیں آتے اور عمامہ علم وہنر کے لئے رکاوٹ نہیں ہے۔

تبصرہ:

علامہ اقبال عہد قریب کے عظیم اسلامی مفکر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عشق رسول، حق شناسی، غیرت ایمانی، خود آگاہی اور اُمت مسلمہ کے درد کی دولت سے نوازا تھا۔ مومنانہ بصیرت اور فراست سے بھی انہیں وافر حصہ ملا تھا، جس کا وہ بار بار اظہار کرتے ہیں۔ دعائیہ لہجے میں کہتے ہیں: میرا نورِ بصیرت عام کردے--------- دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلادے---------اور کہیں امت مسلمہ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں--------- حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے---------علامہ اقبال میرے پسندیدہ شاعر ہیں، ان کے اشعار مایوسیوں کے گھپ اندھیروں میں روشنی کی کرن ہیں، ان کے افکار میں ہر طرف زندگی ہی زندگی انگڑائیاں لیتی نظر آتی ہے، ان کا مطالعہ انسان کی خوابیدہ امنگوں کو بیدار اور روح کو لذتِ سعی وعمل سے آشنا کرتا ہے۔ وہ امت مسلمہ کو دعوتِ عمل دیتے ہیں اور ان کی شدید خواہش ہے کہ مسلم قوم پھر سے اقوامِ عالم کی قیادت اور امامت کا منصب سنبھالے۔ میری بھی ہر زندہ ضمیر مسلمان کی طرح یہی تڑپ ہے، اسی مناسبت سے میں علامہ کے مندرجہ بالا اشعار سے اپنی معروضات کا آغاز کررہا ہوں۔

مغرب اس وقت بہت زیادہ ترقی کرچکا ہے، اس کی سیاست، معیشت، دفاع اور خدمتِ عوام کے ادارے انتہائی مضبوط ہیں۔ امریکہ اور یورپ سائنسی علوم اور جدید ٹیکنالوجی کے زور پر کہکشاؤں کے اندھیرے غاروں میں جھانک رہے ہیں، زمین میں چھپے خزانوں کی تصویریں لے رہے ہیں اور ہواؤں کا رخ بدلنے کے دعوے کررہے ہیں۔ ایک طرف ایسے کیمیاوی اور جراثیمی ہتھیار تیار کرچکے ہیں جو ایک لمحہ میں کائناتِ ارضی کو تہ وبالا کردیں اور دوسری طرف کلونڈ انسان تخلیق کررہے ہیں، لیکن ابھی ان کے ذوقِ جستجو اور جذبہ ءتحقیق میں کمی نہیں آئی بلکہ" درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق وہ صدیوں کا سفر لمحوں میں طے کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے جارہے ہیں۔

اور ادھر مشرق میں جہاں وقت کسی بیمار اور لاغر شخص کی طرح لمحوں کا سفر صدیوں میں طے کرتا ہے۔ ابھی یہ بحث نتیجہ خیز نہیں ہوسکی کہ مغرب کی ترقی کا راز اور قوت کے اسباب کیا ہیں؟ ہر لال بجھکو اپنی دہقانی دانش کا اظہار کررہا ہے۔ حکمران طبقہ، مغرب زدہ بیوروکریٹس اور دانشور جن کا ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہے عوام کو یہی بتاتے آرہے ہیں کہ مغرب میں مخلوط معاشرت ہے، پینے پلانے کا کلچر ہے، کتے پالنے کا شوق ہے، ناچ گانا، کم لباسی اور بے حیائی ہے اور یہی مغرب میں قوت کے سرچشمے ہیں۔ ہمارے ہاں ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام اور مولوی ہیں۔ انہوں نے ان چیزوں پر پابندی لگارکھی ہے، یہاں عورت کو پردہ کرنا پڑتا ہے، مرد کو پگڑی باندھنا پڑتی ہے۔ مولوی کہتا ہے چودہ سو سال پہلے کی تہذیب اپناؤ، اس ترقی یافتہ دور میں قرآن پڑھو، مسجد میں جاؤ اور سجدے کرو۔ (اکبر کے خلاف تو ان دانشوروں نے اس جرم کی پاداش میں تھانے میں رپٹ بھی لکھوادی تھی) اب بھلا اس گھٹن کے ماحول میں ترقی کریں تو کیسے؟

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

ان روشن خیال دانشوروں سے عرض ہے کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ مردوں کو شلوار قمیض کی جگہ پینٹ پتلون اور ٹی شرٹ میں جکڑ کر اور عورتوں کو بے حجاب اور نیم عریاں کر کے ہم مہذب بن سکتے ہیں اور ترقی کی راہیں ہم پر کھل سکتی ہیں تو یہ ایسی حماقت ہے جس سے ایک مرتبہ مُلا نصیر الدین کا واسطہ پڑا تھا۔ ہوا یوں کہ مُلا نصیر الدین گھومتے پھرتے کسی گاؤں میں چلے گئے۔ ان کے جبہ و دستار کو دیکھ کر گاؤں کے لوگوں نے انہیں کوئی بڑا عالمِ دین سمجھ لیا اور ان سے مسجد میں وعظ کہنے کی فرمائش کر دی۔ مُلا صاحب نے خداداد ذہانت کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ مرحلہ تو کسی طرح سر کر لیا لیکن اب ایک نئی مشکل آن کھڑی ہوئی۔ خطبے کے بعد سامعین میں سے ایک دیہاتی نے اپنی جیب سے عربی میں لکھا ہوا ایک خط نکالا اور ان سے اس کا مطلب بتانے کو کہا۔ مُلا صاحب نے خط پہ ایک نگاہ ڈال کر دیہاتی سے کہا کہ وہ یہ خط نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر دیہاتی نے بہت تعجب اور حیرت کا اظہار کیا۔ مُلا صاحب نے کہا کہ آخر اس میں حیرت کی کونسی بات ہے؟ دیہاتی نے کہا اتنا بڑا سا پگڑ تمہارے سر پر ہے اور تم یہ ذرا سا خط نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر مُلا نصیر الدین نے اپنا عمامہ اتار کر دیہاتی کے سر پر رکھ دیا اور کہا لو بھائی اگر خط پگڑ سے پڑھا جا سکتا ہے تو اب تم خود اسے پڑھ لو۔ لطف کی بات یہ ہے کہ صدیوں بعد ملا نصیر الدین کے اپنے دیس ترکی میں یہ لطیفہ حقیقت بن گیا۔ جدید ترکی کے بانی کمال اتاترک نے اپنے ملک میں مردوں اور عورتوں کو جبراً مغربی لباس پہنایا، مساجد اور مدارس کو بند کیا، عربی رسم الخط کو انگریزی سے بدل دیا اور اسلام کی بجائے سیکولرازم کو ترکی کا بنیادی نظریہ قرار دے دیا اور یہ سمجھا کہ علوم و فنون میں مسلسل تحقیق اور جدوجہد سے مغرب نے جو ترقی کی ہے ان تبدیلیوں سے ہم پر بھی اس کے دروازے کھل جائیں گے، لیکن پون صدی گزرنے کے بعد بھی ان تدبیروں کے نتائج صفر ہیں، ترکی اس وقت خستہ و بدحال اور مغرب کا مردِ بیمار ہے، وہ چوٹی تک قرضے کی دلدل میں ڈوب چکا ہے۔ وہاں بڑے بڑے محلات اور ہوٹل تو ہیں لیکن قوت کے اصل سرچشمہ فولادی صنعت کا نام و نشان نہیں۔

علامہ اقبال نے کئی عشرے پہلے دیکھ لیا تھا کہ یہ حادثہ ہوگا۔ مغرب کے کرتا دھرتا مسلمانوں کو جدید تہذیب کی خوبیوں سے دور رکھیں گے اور تہذیب کے نام پر ان خرابیوں میں مبتلا کر دیں گے جن کا وہ خود شکار ہیں اور مسلمان اس دامِ ہمرنگِ زمیں میں آسانی سے پھنس جائیں گے۔ علامہ اس سازش سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں:

جہاں قمار نہیں ، زن تنک لباس نہیں
جہاں حرام بتاتے ہیں شغلِ مے خواری
نظر ورانِ فرنگی کا ہے یہی فتوی
وہ سر زمین مدنیت سے ہے ابھی عاری

آج ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ مسلم دنیا میں مغرب کا یہ ایجنڈا این جی اوز اور اقوام متحدہ کے زیر سایہ تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔ جو مسلمان مغرب میں بس گئے ہیں وہ بھی اپنے ممالک جاتے ہیں تو ان کی خوبیاں نہیں خرابیاں ہی لے کر جاتے ہیں۔ وہ اہل مغرب سے سائنسی علوم تو نہیں سیکھ سکے ہاں سیکس کے معاملات میں خوب استفادہ کیا ہے۔ ڈالرز اور پاؤنڈز نے امریکنز اور ویسٹرنز میں وہ بدمستی اور اخلاقی پستی پیدا نہیں کی جو ایسٹرنز بالخصوص مسلم قوم کے حصے میں آئی ہے۔

زیر تبصرہ اشعار میں علامہ اقبال نے مغرب کی ذہنی غلامی اور مرعوبیت میں مبتلا افراد کی غلط فہمی کو دور کیا ہے اور مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اہل مغرب کی ترقی کا راز ان کی بے حجاب اور بے حیا تہذیب نہیں بلکہ علم اور ہنر میں ان کی بے پناہ اور مسلسل جدوجہد ہے۔ لہٰذا مسلمان مغرب سے انسانیت کے لئے فائدہ مند علوم و فنون ضرور سیکھیں لیکن ان کی مادر پدر آزاد تہذیب کی بھونڈی نقالی نہ کریں ورنہ یہ حماقت مسلم معاشرہ کی اخلاقی بنیادوں کو کھوکھلا کر دے گی۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ "حکمت مومن کی میراث ہے وہ جہاں بھی ملے حاصل کرو"۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا" **العلم سلاحی** ""علم میرا اسلحہ ہے" لیکن بدقسمتی سے مسلمان اس وقت علم کا راستہ چھوڑ چکے ہیں، وہ خطے جہاں مسلمان آباد ہیں شرح خواندگی میں سب سے پیچھے ہیں، مسلم سوسائٹی میں علم اور اہل علم کی کوئی قدر نہیں، یہاں گریڈ، سکیل، گاڑی، بنگلہ، پیسہ، جاگیر، ٹائی سوٹ، رینک اور کلف زدہ کپڑے معیار عزت ہیں۔ مسلم ممالک میں بادشاہوں کے محلات تو ہیں لیکن طلباء کے لئے جامعات نہیں ہیں۔ پوری مسلم دنیا میں اتنی یونیورسٹیاں نہیں جتنی جاپان میں ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا وہ بنیادی طور پر تعلیمی انقلاب تھا۔ جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو پورے عرب میں چند ایک آدمی خواندہ تھے لیکن جب آپ کا وصال ہوا تو مسلم قوم سو فیصد خواندہ تھی۔ قرآن اور صاحب قرآن نے مسلمانوں میں تحقیق و جستجو کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ چند صدیوں میں جہالت میں ڈوبی ہوئی دنیا سیاستدانوں، محققوں اور موجدوں کی دنیا بن گئی۔ امت مسلمہ نے ایسے ایسے سپوت پیدا کئے جنہوں نے اپنی تحقیقات سے اطراف عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ علامہ نے

آخری شعر میں یہ بھی بتایا ہے کہ پینٹ پتلون اور چست لباس پہن لینے اور یورپین لہجے میں انگلش بول لینے سے آدمی عالم اور دانا نہیں بن جاتا اور ڈھیلا ڈھالا لباس، خواتین کے سینوں پہ لٹکی چادریں اور عمامہ علم وحکمت کے حصول میں رکاوٹ نہیں ہے، علم تو سچے جذبے، جہدو ریاضت اور رتجگوں سے آتا ہے لباس کی کوئی قید نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عمامہ مسلم قوم کا وقار اور شعار ہے۔ تاریخ کی گواہی یہی ہے کہ جیسے جیسے ہم عمامہ سے دور ہوتے گئے وقار وعزت ہم سے منہ موڑتے چلے گئے ہیں۔ ضمیر جعفری مرحوم کیا خوب کہہ گئے ہیں:

کچھ ہنر ،کچھ سعی وکاوش اے نورِ نظر
صرف ایک پتلون کس لینے سے کام بن جاتا نہیں

اللہ تعالیٰ نے بڑی فیاضی کے ساتھ ہمیں قدرتی وسائل عطا کئے ہیں لیکن جہالت اور بے علمی کی وجہ سے ہم ان سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکے اندازہ لگایئے کہ مسلمان دنیا کی آبادی کا 22 فیصد ہیں لیکن قدرتی وسائل میں ان کا حصہ 5% ہے، تیل کے ستر فیصد ذخائر مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ بایں ہمہ دنیا کی مجموعی پیداوار میں مسلمانوں کا حصہ صرف چار اعشاریہ پانچ فیصد ہے۔ مسلم ممالک 700 بیلین ڈالرز کے مقروض ہیں۔ دنیا کے 170 ممالک میں سے صرف چھ اسلامی ملک ہیں جو انسانی وسائل کی ترقی کے لحاظ سے نسبتاً بہتر مقام رکھتے ہیں، یہ ممالک بھی کم آبادی والے ہیں، ان کی کل آبادی مسلم آبادی کا 2.6% ہے بقایا 97.4% مسلم آبادی غربت کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔

مسلمان بہترین قوم ہیں، عددی طور پر بھی بھاری بھرکم، سرفروشوں کی بھی کمی نہیں لیکن چند لاکھ یہودی ہمیں پوری دنیا میں ہانکتے اور ذبح کرتے پھر رہے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ یہی نا کہ ہمارے پاس علم اور جدید ٹیکنالوجی نہیں ہے اور آج طاقت تلوار نہیں ٹیکنالوجی ہے، سنان نہیں سائنس ہے، میدان جنگ نہیں لیبارٹری ہے، دلائل نہیں میزائل ہیں۔ علامہ اقبال کی نگاہ میں ہماری اس پستی اور کمزوری کا علاج صرف علم وفن میں ترقی کے ذریعے ممکن ہے۔ اگر اب بھی ہم نے یہ راستہ نہ اپنایا تو نتائج بڑے بھیانک و روح فرسا ہوں گے۔

پیغام:

امتِ مسلمہ کے نوجوانو! اب خوابِ غفلت سے جاگو! بہت سولیا، بہت خوار ہولیا۔ اب امت کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ اٹھو اور ماضی کی یاد تازہ کردو۔۔۔۔۔ ایک ہاتھ میں قرآن کی شمع اور دوسرے ہاتھ میں سائنس کی تلوار لے کر اٹھو اور چین سے نہ بیٹھو۔۔۔۔۔ تا آنکہ سمندر پھر اپنے رخ پہ بہنے لگیں اور سورج پھر اپنے افق سے طلوع ہونے لگے، مگر ایک بات یاد رکھنا مسلمان کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی قرآن کے بغیر بے کار ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی تو اہل یورپ کے پاس بھی ہے، تمہاری برتری اسی وقت ثابت ہوگی اور تمہیں قیادت اور سیادت اسی وقت ملے گی جب تمہارے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ انسانیت کی ہدایت اور فلاح کے لئے قرآن کا جامع نظام بھی ہوگا۔

2۔ مقابلة الحسنة بالسیئة:

قال الحسن ابن صالح: (العمل بالحسنة قوة فى البدن ، ونور فى القلب، وضوء فى البصر والعمل بالسئية وهن فى البدن، وظلمةٌ فى القلب وعمیٌ فى البصر)

نیکی اور بدی آمنے سامنے

حسن بن صالح کہتے ہیں:

''نیکی بدن میں قوت، دل میں نور اور آنکھوں میں روشنی پیدا کرتی ہے جبکہ برائی بدن میں کمزوری، دل میں تاریکی اور آنکھوں میں اندھا پن لاتی ہے۔'' (ارشاد العباد صفحہ ۷۶)

تبصرہ:

نیکی اور بدی کے اپنے اپنے اثرات ہیں جو بندے کی شخصیت اور زندگی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی تصنیف ''من کی دنیا'' سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

''الہامی صحائف سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ مندرجہ ذیل اشکال میں نمودار ہوتا ہے:

☆ مرض

☆ غم، بے چینی، حوادث

☆ افلاس، ناکامی، ذلت ورسوائی

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆بے رونق، یبوست زدہ اور بگڑا ہوا چہرہ
☆نفرت انگیز پرسنیلٹی
☆اقرباء اور احباب سے بگاڑ
☆غلط تجاویز اور غلط اقدامات
☆ملائکہ کی امداد سے محرومی
☆اور بالآخر جہنم
نیکی مندرجہ ذیل صورتوں میں نمودار ہوتی ہے:
☆اطمینان قلب
☆صحت
☆فراخی رزق
☆ہر اقدام میں کامیابی
☆معاشرے میں سچی عزت
☆احباب واقارب سے پیار
☆عالم بالا سے صحیح تجاویز
☆ملائکہ کی امداد
☆دلکش اور دلنواز شخصیت
☆ہر جائز دعا قبول
☆موت کے بعد انبیاء، اولیاء اور فلاسفہ وحکماء کی رفاقت
☆اب خود فیصلہ کریں، آپ نے کیا لینا اور کدھر جانا ہے؟''
(من کی دنیا صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹)

آؤ دانش مغرب کی ایک جھلک بھی دیکھ لیں۔
Petrach کا قول ہے:
''Virtue is health ,vice is sickness''
خیر اور نیکی صحت جبکہ شر اور گناہ بیماری ہے۔
کسی نامعلوم شخص کا قول ہے۔
The Wages of Sin is death.
گناہ کی اجرت موت ہے۔
آپ جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی تھی، مادر زاد اندھوں، برص کے کوڑھیوں اور فالج زدہ انسانوں کو چھو کر اچھا کر دیتے تھے۔ آپ کے پاس جب کوئی مریض آتا تو علاج کے بعد نصیحت فرماتے:
Go and Sin no more
جاؤ اور آئندہ گناہ نہ کرنا (انشاء اللہ بیمار نہ ہو گے)
John Fountain کہتا ہے:
Happy were men if they but understood: there is no safety but is doing good.
لوگ کتنے آسودہ ہوتے اگر اتنی سی بات سمجھ لیتے کہ ان کی فلاح نیکی میں ہے۔

3۔الدینُ والمُلکُ أخوان توأمان

الـدیـنُ والـمـلـکُ أخـوانِ تـوأمان لاقوامِ لأحدھما الأبصاحبه لأن الدینَ أساسُ الملک ۔ثمّ صارَ الملکُ بعد

حارساً للدين فلا بدّ للملكِ من أساسٍ ولا بدّ للدين من حارس. وما لا حارس له فهو ضائع وما لاأساسُ له فهو مَعدوم.

دین اور ملک دو جڑواں بھائی ہیں:

دین اور ملک دو جڑواں بھائی ہیں، ہر ایک کا دارومدار دوسرے پر ہے کیونکہ دین ملک کی بنیاد ہے اور ملک دین کا محافظ ہے، ملک کے لئے بنیاد ضروری ہے اور دین کے لئے محافظ، جس کا محافظ نہ ہو وہ ضائع ہو جاتا ہے اور جس کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتا ہے (ارشاد العباد صفحہ ۷۷)

تبصرہ:

ملکوں کی تعمیر سنگ وخشت سے نہیں بلکہ دین ونظریہ کی بنیاد پر ہوتی ہے، مضبوط اور مبنی برحقیقت نظریات اور عوام کی ان کے ساتھ اٹل وابستگی ملک کے استحکام اور ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ نظریات کمزور ہوں یا عوام کی ان کے ساتھ وابستگی کمزور ہو تو ملک وقوم زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ملک پاکستان کے قیام کے وقت ہمارے بزرگوں نے جو خواب دیکھے تھے وہ پورے ہوتے نظر نہیں آرہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے بنیادی نظریہ (دوقومی نظریہ) سے دور ہو گئے ہیں۔ تحریک پاکستان کے وقت جو نعرے ہماری پہچان تھے انہیں ہم بھول چکے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل دوقومی نظریہ سے بالکل نابلد ہے اور ہمارا قومی ماحول دوقومی نظریہ کی نشوونما کے لئے ناسازگار بنتا جارہا ہے۔

دین ونظریہ ملک کی بنیاد ہے تو ملک ان کا محافظ ہے، سیاسی طاقت کے بغیر دین کی ترویج واشاعت، عملی نفاذ اور تحفظ ناممکن ہے۔ مکہ شریف میں اسلام کی نشر واشاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ قریش مکہ کا سیاسی اثر ورسوخ تھا۔ مدینہ شریف میں مسلمان سیاسی لحاظ سے مضبوط ہو گئے تھے لہٰذا اسلام کا نور ہر سو پھیلنے لگا۔

4۔ مثلُ الدنیا:

مثلُ الدنیا کمثل الحیة، لین مسّها، قاتل سمّها.

دنیا کی مثال:

دنیا کی مثال سانپ کی طرح ہے۔ چھونے میں بہت نرم ونازک لگتا ہے لیکن اس کا زہر قاتل ہوتا ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۷۸)

تبصرہ:

سانپ کا جسم بہت نرم ونازک، منقش اور خوبصورت ہوتا ہے اس کے باوجود کوئی اس کو پکڑنے اور اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں ہوتا کیونکہ اس کے اندر زہر بھرا ہوتا ہے۔ یہی مثال دنیا کی ہے۔ بظاہر بہت حسین وجمیل اور پُر فریب لگتی ہے لیکن حقیقت میں بہت خطرناک، دھوکا باز اور بے وفا ہے۔ اس کی ظاہری چمک دمک سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے بلکہ اس کے انجام اور عواقب پر نظر رکھنی چاہئے۔ یہ ہرجائی محبوب ہے، جتنا جلدی آتی ہے اس سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ جدا ہو جاتی ہے، کل جس پر مہربان تھی آج اسی کے لئے دشمن جان ہے اور کل جس کی دشمن تھی آج اسی کی دلہن ہے۔

دنیا گھر منافق دے یا گھر کافرد ے سونہدی ہو
نقش نگار کرے بہتیرے زن خوباں سبھ موہندی ہو
بجلی وانگوں کرے لشکارے، سردے اتوں جھوندی ہو
حضرت عیسیٰ دی سلھ وانگوں باہوراہ ویندیاں نوں کوہندی ہو

(حضرت سلطان باہو)

بیت کے آخر میں دنیا کی رہزنی کے بارے میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ دنیا آخرت کے رہرو (مسافروں) کو فریب میں مبتلا کر کے اس طرح ہلاک اور نامراد کرتی ہے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سونے کی ایک اینٹ کے لئے تین آدمیوں کو جان دینا پڑی۔ دنیا کی حقیقت سمجھنے کے لئے دانش مغرب کا ایک حوالہ بھی پیش خدمت ہے۔

Sweden Berg کہتا ہے:

Self.love and the love of the world constitute hell.

خود پرستی اور دنیا پرستی سے پورا جہنم تیار ہوا ہے۔

5۔ اِضاعتان عظیمتان

أعظم الاضاعات اضاعتانِ هما أصل كل اضاعة :اضاعة الوقت ،واضاعة القلب :فاضاعة الوقت من طُوْل الأمل واضاعةُ القلبِ من ايثار الدُنيا على الآخرة.

دو بہت بڑے نقصان

سب سے بڑے نقصان دو ہیں اور یہی ہر نقصان کی جڑ ہیں:

وقت کا نقصان

دل کا نقصان

وقت کا نقصان لمبی امیدیں باندھنے سے اور دل کا نقصان دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے ہوتا ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۸۴)

6۔ أصول مُذهبنا ثلاثةٌ

قال سهلُ التستری علیه الرحمة :أصول مُذهبنا ثلاثةُ :الأقتدا بالنبی فی الأخلاق والأفعال والأكل من الحلال واخلاص النيةِ فی جميع الأعمال)

ہمارے مذہب کے اصول تین ہیں:

سہل تستری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارے مذہب (تصوف) کے اصول تین ہیں:

اخلاق وافعال میں نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا

حلال کھانا

تمام اعمال میں نیت کو خالص رکھنا

تبصرہ:

موجودہ دور میں حضرت سہل تستری علیہ الرحمۃ کی جانشینی کے دعویداروں کے مذہب میں یہ تینوں اصول خال خال ہی نظر آتے ہیں۔سنت نبوی کی پیروی کی بجائے ہر خانقاہ اور ہر سجادہ نشین (الا ماشاءاللہ) کی علیحدہ روایات ہیں جن کا فرائض سے بھی زیادہ التزام کیا جاتا ہے۔ان روایات کا ماٴخذ قرآن وسنت کی بجائے بزرگوں کے خواب اور خوش عقیدہ مریدوں کی سینہ گزٹ کہانیاں ہیں۔مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کے نمائندہ محقق علماء نے جو عقائد ومعمولات قرآن وسنت اور اسلاف کی سیرتوں کی روشنی میں لکھے ہیں وہ صرف کتابوں کی زینت ہیں۔ہمیں تعویذات اور دیگر دھندوں سے اتنی فرصت ہی نہیں کہ ان کا مطالعہ کر سکیں۔''جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے'' والی صورت حال درپیش ہے۔جو اپنے زمانے میں علوم وفنون میں سند کا درجہ رکھتے تھے اور بحر العلوم والفنون، جامع البواطن والظواہر، مفخر الاماثل والاکابر اور دیگر ایسے القاب جن کے سامنے سرنگوں تھے آج ان کے جانشینوں کی زندگیاں تعویذ بیچنے، مریدوں کے گھروں کا طواف کرنے، حکمرانوں کے ایوانوں کے چکر لگانے، محلات بنانے، اپنی ذات کی آرائش وزیبائش اور دیگر ایسے شوق پالنے میں ضائع ہوگئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ملک وملت پر کیا گزر رہی ہے اس سے وہ قطعی لاتعلق ہیں، حالانکہ ان کا فرض بنتا تھا کہ وہ خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرتے ہوئے باطل پرستوں کو ہر میدان میں دعوت مبارزت دیتے اور قرآن وسنت کی روشنی میں بتاتے کہ یہ حالات موجودہ امت کے لئے راہ نجات کیا ہے۔بزرگان دین کی کتابیں، سیرتوں کے تذکرے، ملفوظات اور خانقاہی نظام کی تاریخ کا موازنہ موجودہ دور کی بالعموم خانقاہی روایات (چند ایک کو چھوڑ کر) سے کیا جائے تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔اس صورت حال میں رزق حلال اور عمل میں اخلاص والے دیگر دو اصولوں کا التزام ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔

میں خانقاہی نظام کا مخالف یا منکر نہیں ہوں بلکہ اس کا شیدائی ہوں اور میری یہ کوشش جس کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں خانقاہی نظام ہی کی حقیر سی خدمت ہے۔ہاں موجودہ دور میں خانقاہی نظام کا جو حلیہ بنا دیا گیا ہے اس کا ناقد ہوں اور اصلاح کا آرزومند اور دعا کرتا ہوں کہ اگر میری فہم میں کوئی کجی ہے تو خدا مجھے ہدایت عطا فرمائے۔

7۔ من المخلص؟

قيل لبعض الحكماء:من المُخلصُ؟ المخلصُ الذی يُكتِمُ حَسناتِه كما يُكتِمُ سيئاتِه.

مخلص کون ہے؟

ایک دانا سے پوچھا گیا کہ مخلص کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: (جو اپنی نیکیوں کو بھی اس طرح چھپائے جس طرح اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے)

(تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۹)

تبصرہ:

ہدایت کا راستہ تو یہ ہے کہ نیکی صرف اللہ کی رضا کے لئے کی جائے، اظہار اور دکھاوے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے، اردو کا مشہور محاورہ ہے، ''نیکی کر دریا میں ڈال''، یعنی نیکی کرنے کے بعد اسے بھول جا۔ تعلیمات اسلاف کا ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اپنی برائیاں اور دوسروں کی نیکیاں یاد رکھو جس کا مفہوم مخالف یہ بنتا ہے کہ اپنی نیکیاں اور دوسروں کی برائیاں بھول جاؤ لیکن موجودہ دور کی نفسیات بالکل اس کے برعکس ہیں۔ ہم دوسروں کے کپڑے پھاڑتے رہتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے کی کبھی توفیق نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے گناہ اور ظلم دوسرے لمحے بھول جاتے ہیں لیکن بھولے سے کوئی چھوٹی سی نیکی ''بزعم خویش'' کرلیں تو پوری زندگی اس کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں، جب تک اس کا اظہار نہ کرلیں اور دو چار محافل میں بیان کر کے داد وتحسین وصول نہ کرلیں وہ ہمارے پیٹ میں کلبلاتی (مروڑ ڈالتی) رہتی ہے۔ خالی پیٹ ہمارے ہاضمے خراب ہوگئے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے خلوص میں کوئی فرق نہیں آتا اور ہر چوراہے پر ہمارے مخلص ہونے کے اشتہار نظر آتے ہیں اور یہ اشتہار ملک وملت کے مفاد میں ہم خود لگواتے ہیں۔ یعنی

رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

آدمی جتنا ہی ریا کار کیوں نہ ہو ڈائریکٹ نیکی کا اظہار بہت مشکل ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے پہلے ماحول بنانا پڑتا ہے یعنی عمارت کے لیے (Base) تعمیر کرنا پڑتی ہے اور (Base) میں اکثر وبیشتر جھوٹ کا میٹریل استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف نیکی وعملِ صالح لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے جتن کرتے تھے اور ہم اظہار کے بہانے تلاش کرتے ہیں اور تراشتے ہیں۔ بعد دوپہر سر راہ آپ کی کسی جاننے والے سے ملاقات ہوجاتی ہے، آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آرہے ہیں؟ اب سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ میں بازار سے آرہا ہوں یا دفتر سے واپس آرہا ہوں لیکن وہ بہت لمبا چکر کاٹے گا اور نیکی کے اظہار اور دکھلاوے کے نفسیاتی پرابلم کے زیراثر اس کی گفتگو کچھ یوں ہوگی۔ اصل میں صبح سویرے اٹھا تھا اور میری عادت کچھ یوں ہے کہ صبح پہلے غسل کرتا ہوں پھر کمرے میں اگربتی جلا کر نفل پڑھتا ہوں، نوافل کے بعد تلاوت اور اس وقت تلاوت میں جو مزہ آتا ہے، آپ کو کیا بتاؤں؟ پھر اس تلاوت کی تفسیر بھی آپ کو بتائیں گے ساتھ اپنی گھر والی کے معمولات، اوراد ووظائف کی تفصیلات بھی۔ ساتھ دوسروں پر تنقید بھی ہوگی مثلاً آج کل لوگ تو صبح کی نماز بھی نہیں پڑھتے، سورج چڑھے اٹھتے ہیں، بس بزرگوں کی دعاؤں اور تربیت کا اثر ہے ورنہ میں کیا ہوں؟ کسر نفسی کے اس جملے سے بھی لذت خودنمائی کشید کرنا پھر کوئی ہم سے سیکھے۔ آپ یقیناً ان کی گفتگو سے بدمزہ ہو رہے ہوں گے لیکن ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک لیں اگر اس کی جگہ آپ یا میں ہوتے اور وہ ہماری جگہ ہوتا، یعنی وہ سوال کرتا تو ہمارا جواب بھی یہی ہوتا بلکہ اس سے بھی زیادہ ریا کار اور خودنما۔

8۔ من الغریب؟

قال فضیل علیہ الرحمة: لیس الغریب من یمشی من بلد الیٰ بلد ولکن الغریب صالح بین فساق

اجنبی (غیر مانوس) کون ہے؟

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اجنبی وہ نہیں جو شہر شہر پھرتا ہو بلکہ حقیقی اجنبی (غیر مانوس) وہ نیک آدمی ہے جو فاسقوں میں پھنس گیا ہو (ارشاد العباد صفحہ ۳۶)

تبصرہ:

مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کو ہم مزاج اور ہم فکر ساتھی مل جائیں تو مسافرت اور دیار غربت میں بھی کوئی پریشانی نہیں ہوتی، لیکن ساتھی ہم مزاج اور ہم فکر نہ ہوں تو آدمی اپنے شہر اور گھر میں ہی وحشت اور اجنبیت محسوس کرنے لگتا ہے۔ رفیقۂ حیات حسن صورت وسیرت کے ساتھ ساتھ ہم مزاج اور وفا شعار ہو تو گھر جیسا بھی ہو جنت لگتا ہے، گھر شاندار ہو، دنیا کی ہر نعمت موجود ہو، موسم بھی بہار ہو، صرف ایک رفیقۂ حیات بدمزاج اور فاسقہ وبدکردار ہو تو سب کچھ زہر لگتا ہے۔ زندگی میں اچھے رفیق حیات اور ہم سفر کا تذکرہ شاعر کے الفاظ میں پڑھیے:

کتنا حسیں سفر ہے کہ ہم سفر ہے تو
منزل قریب دیکھ کر گھبرا گیا ہوں میں

9۔ أربع کلمات من الأحادیث

عن عبداللہ ابن المبارک علیہ الرحمة قال ا ن رجلا حکیمًا جمع الاحادیث فاختارَ منها أربعین ألفا، ثم اختار

منها أربعة الاف، ثم اختار منها أر بعمائة،ثم اختاز منها أربعين ،ثم اختار منها أربع كلمات:
احداهن: لا تثقن بامرأة علىٰ كلّ حال
والثّانية: لا تغتر بالمال علىٰ كلّ حال .
والثّالثة .لا تحمل معد تک مالا تطيقه . والرابعة:لا تجمع من العلم مالا ينفعک .

مجموعۂ احادیث میں سے چار (منتخب) باتیں:

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک دانا آدمی نے احادیث جمع کیں اوران میں سے چالیس ہزار کا انتخاب کیا، پھران چالیس ہزار میں سے چار ہزار کا انتخاب کیا، ان چار ہزار میں سے چار سوچنیں، چار سو میں سے چالیس اور پھران چالیس میں سے چار کا انتخاب کیا۔ (اور وہ یہ ہیں)۔

☆ کسی عورت پر کبھی اعتبار نہ کرنا
☆ مال پر کسی حال میں غرور نہ کرنا
☆ معدہ پر وہ بوجھ نہ لادنا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا (یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھانا)
☆ جو علم تجھے نفع نہ دے اسے جمع نہ کرنا یعنی نہ پڑھنا (ارشاد العباد صفحہ ۸۶)

10۔ ظلمة القلب ونوره:

قال عبدالله ابن مسعود ﷺ أربعة من ظلمة القلب :بطّن شبعان من غير مبالاة ،وصحبة الظالمين، ونسيان الذنوب الماضية، وطول الامل.

وأربعةٌ من نور القلب :بطّن جائع من خذر،وصحبة الصالحين، وحفظ الذنوب الماضية،وقصر الأمل

دل کی تاریکی اور روشنی:

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں دل کو تاریک کر دیتی ہیں:

☆ (حرام، حلال) کی پرواہ کئے بغیر پیٹ بھرنا
☆ ظالم لوگوں کی صحبت اختیار کرنا
☆ گذشتہ گناہوں کو بھول جانا
☆ لمبی امیدیں باندھنا

اور چار چیزیں دل کو روشن کرتی ہیں:

☆ احتیاط کی وجہ سے پیٹ کا بھوکا رہنا (یعنی حرام کے ڈر سے کچھ نہ کھانا)
☆ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا
☆ گذشتہ گناہوں کو یاد رکھنا
☆ آرزوؤں اور اُمیدوں کو کم کرنا (ارشاد العباد صفحہ ۸۶)

تبصرہ:

دل کی تاریکی سے مراد یہ ہے کہ دل حق اور باطل میں امتیاز کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، اسے نفع اور نقصان کی پہچان نہیں رہتی اور یہ کیفیت نافرمانیوں، حرام کاریوں اور بری صحبت سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی روشنی سے مراد ایسا ملکہ ہے جو حق کو باطل سے ممتاز کرتا ہے اور ہمیشہ حق کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ ملکہ اطاعت الٰہی (یعنی فرائض کی ادائیگی اور محارم سے بچنے) اور نیک لوگوں کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔ دل روشن ہو تو گھپ اندھیروں میں بھی بندے کو حق کا سراغ مل جاتا ہے اور دل تاریک ہو تو دن کے اجالوں میں بھی انسان بھٹک جاتا ہے اور ظاہری بصارت کسی کام نہیں آتی۔ دانشوران مغرب کہتے ہیں:

We Walk by faith and not by sight.

ہم ایمان کی روشنی میں چلتے ہیں بصارت کی روشنی میں نہیں۔

11۔ علم الأولين والأخرين

روی أن رجلًا من بنی اسرائیل خرج الیٰ طلب العلم فبلغ ذلک نبیّهم فبعث الیه فقال له: (یافتی!أعظک بثلاث خصال فیها علم الاولین والآخرین: خف الله فی السّر والعلانیة. وأمسک لسانک عن الخلق لا تذکرهم الآبخیر، وانظر خبزک الّذی تأکله حتٰی یکون من الحلال)

اگلوں اور پچھلوں کا علم

بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص علم کی تلاش میں نکلا، اس دور کے نبی کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اسے بلایا اور کہا: اے نوجوان! میں تمہیں تین عادات اپنانے کی نصیحت کرتا ہوں ان میں اگلوں پچھلوں کا علم ہے۔

☆ جلوت وخلوت (ظاہروپوشیدہ) میں اللہ سے ڈرو۔

☆ اپنی زبان کو مخلوق سے روک لو اور بھلائی کے سوا ان کا ذکر نہ کرو۔

☆ کھانا کھانے سے پہلے یہ یقین کرلو کہ وہ حلال کا ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۸۶)

12۔ النّاسُ علٰی دینِ مُلُوکِھم

عن کعب الأحبار علیه الرحمة، قال الرّعیة تصلح بصلاح الوالی وتفسد بفساده

لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں

کعب الاحبار علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حاکم درست ہوجائے تو رعیت بھی درست ہوجاتی ہے اور حاکم کے بگڑنے سے رعیت بھی بگڑ جاتی ہے (حلیۃ الأولیاء جلد پنجم صفحہ ۴۰۳)

تبصرہ:

معاشرے کی اصلاح کے دو طریقے ہیں، ایک نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے اور دوسرا اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ نیچے سے اوپر کا مفہوم یہ ہے کہ عوام کی اصلاح کی جائے اور پھر عوام اپنے میں سے اچھے لوگوں کا حکمرانی کے لئے انتخاب کریں، یہ طریقہ بہت صبر آزما، کٹھن، سست رو اور طویل ہے۔ لوگوں کی شکایت پر حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ نے حجاج بن یوسف کی توجہ جب اس کے مظالم کی طرف مبذول کرائی اور حضرت عمر ﷺ اور دیگر خلفائے راشدین ﷺ کے انداز حکمرانی کو اس کے سامنے بطور مثال پیش کیا تو حجاج بن یوسف نے یہی اصول پیش نظر رکھتے ہوئے کہا تھا "تیا ذروا اتعمر لکم" یعنی تم ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جاؤ میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جاؤں گا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر تم میری اصلاح چاہتے ہو تو پہلے اپنی اصلاح کرو۔

دوسرے طریقے کا مفہوم یہ ہے کہ بگڑے ہوئے معاشرے میں اگر حکمران اپنی اصلاح کرلیں اور راہ راست پر آجائیں تو عوام کی بھی اصلاح ہوجاتی ہے کیونکہ لوگ فطری طور پر اپنے سے بڑوں کی نقل کرتے ہیں اور ان کے طور طریقے اپناتے ہیں مزید یہ کہ حکمرانوں کے پاس اختیارات اور وسائل ہوتے ہیں، قانون کی بے پناہ طاقت بھی ان کی پشت پر ہوتی ہے لہٰذا وہ مؤثر انداز میں نیکی کی تبلیغ بھی کرسکتے ہیں اور قانوناً اسے نافذ بھی کرسکتے ہیں، یہ طریقہ مؤثر اور کامیابی کے بہت قریب ہے۔ اسی طریقہ کا ذکر حدیث پاک اور مندرجہ بالا قول میں ہے۔

13۔ بما وجدت الزهد:

قیل لا براهیم بن أدهم علیه الرحمة: بما وجدت الزُهدَ؟قال: بثلاثةِ أشیاءَ:

أوّلُها: رأیتُ القبرَ مُوحِشًا معی مونسٌ. والثانی: رأیت طریقًا طویلاً ولیسَ معی زادٌ. والثالث. رأیتُ الجبّارَ قاضیاً ولیسَ معی حجةٌ.

تونے زہد کس چیز سے پایا؟

ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ تم نے زہد کس چیز سے پایا؟ انہوں نے فرمایا: تین چیزوں سے:

☆ میں نے دیکھا کہ قبر بہت وحشت ناک ہے اور میرا کوئی غمگسار نہیں۔

☆ میں نے دیکھا کہ راستہ بہت لمبا ہے اور میرے پاس زادِ راہ نہیں۔

☆ میں نے دیکھا کہ جبّار (اللہ) جج ہے اور میرے پاس کوئی حجت نہیں۔ (ارشاد العباد صفحہ ۸۷)

14۔ حصون المؤمنین

حصون المؤمنین ثلاثةٌ: المسجد حصن" وذکر الله حصن، وقراءة القرآن حصن.

مومنوں کے قلعے:

مومنوں کے قلعے تین ہیں (جن میں پناہ لے کر شیطان سے بچا جا سکتا ہے):

☆ مسجد قلعہ ہے

☆ اللہ کا ذکر قلعہ ہے

☆ قرآن کریم کی تلاوت قلعہ ہے۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۲۱۵)

تبصرہ:

قلعہ اس مضبوط عمارت کو کہا جاتا ہے جس میں چھپ کر انسان دشمن سے اپنا دفاع کرتا ہے۔ شیطان بندۂ مومن کا ازلی اور ابدی دشمن ہے اور متاعِ ایمان ویقیں لوٹنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے، لہٰذا اس سے بچنے کے لئے بھی ہمیں قلعہ کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے سنگ وخشت (مٹی گارے) کی بنی ہوئی یہ مادی عمارتیں تو ہمیں اس سے نہیں بچا سکتیں اس کے لئے کسی روحانی عمارت کی ضرورت ہے اور وہ روحانی عمارت اللہ کا گھر (مسجد)، اس کا ذکر اور اس کے پاک کلام قرآن کریم کی تلاوت ہے۔

قرآن کریم نے مسجد کو جائے امن قرار دیا ہے یعنی جو بھی اس میں داخل ہو جائے گا محفوظ ہو جائے گا، ذکر کے بارے میں حدیث نبوی ہے: (شیطان ابن آدم کے دل پر جم کر بیٹھا ہوتا ہے، جب وہ ذکر الٰہی کرتا ہے تو بھاگ جاتا ہے اور اگر انسان ذکر الٰہی سے غافل رہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے) احادیث میں تلاوتِ قرآن کریم کی بھی یہی خاصیت بیان ہوئی ہے کہ جس گھر میں قرآن کریم پڑھا جائے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ ہمارا مشاہدہ بھی یہی کہتا ہے کہ مسجد میں بیٹھے ہوں یا ذکر وتلاوت میں مصروف ہوں، دل ودماغ برے خیالات اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

15۔ خير الأيام والشهور والأعمال عند ابن عباس ﷺ

سئل ابن عباس ﷺ :ما خير الأيام؟فقال:(يوم الجمعة)قيل وما خير الشّهور؟قال :(شهر رمضان)قيل وما خير الأعمال ؟قال:(الصّلوت الخمس لوقتها)

ابن عباس ﷺ کے نزدیک بہترین دن، مہینہ اور عمل:

حضرت ابن عباس ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین دن کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (جمعہ کا دن) پوچھا گیا، بہترین مہینہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (رمضان کا مہینہ) پھر پوچھا گیا کہ بہترین عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (نماز پنجگانہ، مقررہ اوقات میں ادا کرنا) (ارشاد العباد صفحہ ۸۷)

16۔خير الأعمال والشّهور والأيّام عند علي ﷺ

قال علي ﷺ (خير الأعمال ما يقبل الله منک، وخير الشّهور ما تتوب فيه الى الله توبة نصوحا،وخير الآيام ما تخرج فيه من الدنيا الٰى الله مؤمنا بالله)

حضرت علی ﷺ کی نگاہ میں بہترین عمل، مہینہ اور دن:

حضرت علی ﷺ نے فرمایا تیرا بہترین عمل وہ ہے جسے اللہ قبول فرما لے، بہترین مہینہ وہ ہے جس میں تو سچی اور پکی توبہ کرے اور بہترین دن وہ ہے جس میں تو ایمان کی حالت میں دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا) (ارشاد العباد صفحہ ۸۷)

تبصرہ:

پانی بھرن پنہاڑیاں تے رنگ برنگے گھڑے
بھریا اس دا جانیے ، جس دا توڑ چڑھے

حضرت بابا فرید

17۔ أحب الأعمال الىٰ الله وأبغضها

انّ رجلا أتى النبی ﷺ فقال :(أنت الّذی تزعم أنک رسول الله ؟)قاک:(نعم)قال:(فأی الأعمال أحب الىٰ الله)قال:(ألايمان بالله)قال:(ثمّ ماذا؟)قال:(صلة الرحم)قال:(ثم ماذا؟)قال:(ألامر بالمعروف والنّهى عن المنكر)قال:(فأی الأعمال أبغض الى الله؟)قال:(ألشرک بالله)قال:(ثم ماذا؟) قال: (قطيعة الرحم) قال:(ثم

ماذا؟)قال:(ترک الامر بالمعروف والنهی عن المنکر)

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اورناپسندیدہ اَعمال

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیااور کہا: کیا آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس نے کہا: کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس نے کہا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا صلہ رحمی اس نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

اس نے پوچھا: کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا شرک کرنا اس نے کہا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلقی اس نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دینا (تنبیہ الغافلین صفحہ ۹۵)

18۔ أصعب الأعمال

عن علی ﷺ (أن أصعب الأعمال اربع خصال: العفو عند الغضب، والجود فی العسرة، والعفة فی الخلوة، وقول الحق لمن یخافه اویرجوه)

مشکل ترین کام

حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ چار کام مشکل ترین ہیں:

☆ غصے کے وقت معاف کرنا

☆ تنگدستی میں سخاوت کرنا

☆ تنہائی میں پاکدامن رہنا (یعنی کسی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت میسر آئے اور انسان پھر بھی پاکدامن رہے)

☆ جس کا ڈر ہو یا جس سے امید ہو اس کے سامنے حق کہنا۔ (ارشاد العباد صفحہ ۸۸)

تبصرہ:

مذکورہ کام عام حالات میں بھی آسان نہیں۔ معاف کرنا، سخاوت کرنا، پاک دامن رہنا اور حق بات کہنا ہر وقت مشکل ہے لیکن مخصوص حالات میں یہ کام مزید مشکل ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے مخصوص حالات میں محنت زیادہ ہوگی تو اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

بہت مشکل ہے بچنا، بادۂ گلگوں سے خلوت میں
بہت آساں ہے یاروں میں ، معاذ اللہ کہہ دینا

(اکبر الہ آبادی)

19۔ یعقوب علیه السلام وملک الموت

قیل انَّ یعقوب علیه السلام قال لملک الموت: انی أسألک حاجةً، قال: وماهِیَ؟ قال اَن تُعْلِمَنی اذا دنی أجلِی وأرَدتَ قبض رُوحی، فقال: نعم أرسل اِلیک رسولین أو ثلاثة.

فلما انقضی أجلُه ملکُ الموتِ، قال: أزار جئت أم لقبض روحی؟ فقال: لقبض روحک، فقال: أولست کنت أخبرتنی أنک ترسل الی رسولین أوثلا ثة؟ قال: قد فعلت.

☆ بیاض شعرک بعد سواده .

☆ ضعف بدنک بعد قوته .

☆ وانحناء جسمک بعد استقامته.

☆ هذه رسلي یا یعقوب الی بنی آدم قبل الموت

ألا مهد لنفسک قبل الموت

۲. فأن الشیب تمهید الخمام

حضرت یعقوب علیہ السلام اور موت کا فرشتہ

روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ حضرت

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

یعقوب علیہ السلام نے کہا: جب میری موت قریب آئے اور تم میری روح قبض کرنے کا ارادہ کرو تو مجھے بتا دینا، ملک الموت نے کہا: (ٹھیک ہے) میں تمہاری طرف دو یا تین قاصد بھیجوں گا۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی مہلت حیات ختم ہوئی اور ملک الموت ان کے پاس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ملنے آئے ہو یا میری روح قبض کرنے؟ ملک الموت نے جواب دیا: تمہاری روح قبض کرنے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم میری طرف ایک یا دو قاصد بھیجو گے؟ ملک الموت نے جواب دیا: میں نے تو وہ قاصد بھیج دیئے ہیں (اور وہ یہ ہیں)

☆ تمہارے بال سیاہ تھے، سفید ہو گئے

☆ تمہارا بدن مضبوط تھا پھر کمزور ہو گیا

☆ تمہارا جسم پہلے بالکل سیدھا تھا پھر جھک گیا

اے یعقوب یہ میرے تین قاصد ہیں جو میں اولاد آدم کے پاس موت سے پہلے بھیجتا ہوں

خبردار موت سے پہلے تیار ہو جاؤ کیونکہ بڑھاپا موت کا پیغام ہوتا ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۷)

تبصرہ:

موت کا کوئی مقررہ وقت نہیں بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے میں کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ لہٰذا ہر وقت موت کے لئے تیار رہنا چاہئے، معلوم نہیں کس وقت سانسوں کا تانا بانا بکھر جائے؟ لیکن جن کے پاس مندرجہ بالا تین یا ان میں سے کوئی ایک یا دو قاصد آ چکے ہیں، انہیں تو ایک لمحہ بھی موت سے غافل نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ:

دیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈُب جانڑاں

(میاں محمد بخش)

اور حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں:

اُٹھ فریدا ستیا تیری داڑھی آیا بور

اگا آگیا نیڑے تے پچھا رہ گیا دور

20۔ أربعة حسن ولكن اربعة احسن

قال الحکماء: أربعة حَسَنٌ ولكن أربعة أحسنُ منها

أولها: الحياءُ من الرجال حَسَنٌ ولكنّه من النّساء أحسنُ.

والثانی: العدلُ من كلّ أحدٍ حسنٌ ولكنّه من القُضاة والأمراءِ أحسنُ.

والثالث: التوبةُ من الشيخِ حسنٌ ولكنّها من الشابِ أحسنُ.

والرابع: الجودُ من الأغنياءِ حسنٌ ولكنّه من الفُقراءِ أحسنُ.

چار چیزیں بہتر ہیں لیکن چار بہترین ہیں

چار چیزیں اچھی ہیں لیکن چار اُن سے بھی اچھی ہیں۔

حیاء مردوں میں ہو تو اچھا ہے لیکن عورتوں میں ہو تو بہت اچھا ہے۔

عدل کوئی بھی کرے اچھا ہے لیکن قاضی اور حکمران عدل کریں تو بہت اچھا ہے۔

بوڑھا توبہ کرے تو اچھا ہے لیکن نوجوان کرے تو بہت اچھا ہے۔

اغنیاء سخاوت کریں تو اچھا لیکن فقراء کریں تو بہت اچھا ہے۔

(حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فقیر سخی کی بہت تعریف فرمائی ہے) (ارشاد العباد صفحہ ۸۹)

21۔ اربعة قبيح ولكن اربعة اقبح

قال الحکمآء: اربعة قبيح ولكن أربعة أقبح:

أولها: الذنب من الشّاب قبيح وهو من الشيخ أقبح.

والثّانی: الاشتغال بالدنيا من الجاهل قبيح و من العالم اقبح

والثالث: التكاسل فى الطاعةِ مِنْ جميعِ النّاس قبيحٌ ومن العُلمآءِ وطَلبةِ العلم أقبحُ.

والرابع :التكبر من الأغنيآء قبيح ومن العلمآء والفقرآء اقبح.

چار چیزیں بری ہیں لیکن چار بدترین ہیں:

حکماء نے کہا ہے کہ چار چیزیں بہت بری ہیں لیکن چار بدترین ہیں۔

☆ نوجوان کا گناہ کرنا برا ہے لیکن بوڑھے کا گناہ کرنا بدترین ہے

☆ جاہل کا دنیا میں مشغول ہونا برا ہے لیکن عالم کا دنیا میں مشغول ہونا بدترین ہے

☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سستی کرنا ہر ایک کے لئے برا ہے لیکن علماء اور طلباء کے لئے بہت برا ہے

☆ مالدار لوگ تکبر کریں تو برا ہے لیکن علماء اور فقراء کریں تو بہت برا ہے (ارشاد العباد صفحہ ۸۹)

تبصرہ:

بعض دفعہ مختلف لوگ ایک ہی کام کرتے ہیں لیکن ان کے حالات اور مقام ومرتبہ کے اختلاف کی وجہ سے حکم مختلف ہوتا ہے۔عربی کا مشہور مقولہ ہے "حَسَنَاتُ الأبرَارِ سَيِّئَاتُ المُقَرَّبِينَ" کئی چیزیں ایسی ہیں جو ابرار کے لئے نیکی ہیں لیکن مقربین کے لئے وہ گناہ ہیں۔ مثلاً پہلی کلاس کے بچے کو ٹیسٹ دیا جائے کہ ایک سے سو تک گنتی لکھو وہ اس میں 50% نمبر لے تو اس کے لئے انتہائی خوشی کی بات ہوگی اور وہ مبارکباد کا مستحق ہوگا لیکن یہی ٹیسٹ اگر پانچویں کلاس کے طالب علم کو دیا جائے اور وہ اس میں 50% نمبر لے تو اس کے لئے باعث شرم ہوگا۔۔۔ع،

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

۔۔۔والے مصرع میں یہی فلسفہ بیان ہوا ہے۔اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب ہم مندرجہ بالا قول پر بات کرتے ہیں۔

جوانی میں گناہ ہو جائے تو قابل فہم ہے کیونکہ یہ دور ذہنی ناپختگی اور لاابالی پن کا ہوتا ہے،خواہشات اور جذبات عروج پر ہوتے ہیں،گناہ کے ارتکاب کے لئے مطلوبہ وسائل کی بھی فراوانی ہوتی ہے۔دولت،حسن،جوانی،جسمانی قوی،راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹانے کے لئے جواں جذبے اور اس کے علاوہ کیا کچھ نہیں ہوتا۔یہ ساری چیزیں گناہ پر ابھارنے والی ہیں۔اس کے مقابلے میں بڑھاپا ذہنی پختگی،تجربہ، سمجھداری اور کمزوری وعاجزی سے عبارت ہے اور یہ عوامل انسان کو گناہ سے دور رکھنے والے ہیں نیز اس دور تک انسان مے خانۂ حیات سے خوب پی چکا ہوتا ہے۔لہٰذا اس دور میں گناہ کا ارتکاب انتہائی ناپسندیدہ ہوگا۔

دنیا میں مشغولیت،اطاعت الٰہی میں سستی اور دنیا پر غرور و تکبر ہر ایک کے لئے برا ہے لیکن علماء دین کے طالب علم اور فقراء جن کا کام عوام کو ان برے کاموں سے روکنا ہے وہ اگر ان کا ارتکاب کریں تو یہ ان کے لئے بھی اور عام انسانوں کے لئے بھی بدقسمتی ہوگی کیونکہ "زلة العالم زلة العالَم" جب عالم ڈوبتا ہے تو اکیلا نہیں ڈوبتا اپنے پیروکاروں کو بھی ساتھ لے جاتا ہے،ایسے ہی موقعہ پر کہا جاتا ہے۔

ع۔۔۔

کون رہبر ہو میرا جب خضر بہکانے لگے

22۔ عليكم بخمس كلمات

قال علي رضي الله عنه :(عليكم بخمس كلمات :أولها:لا يرجون أحدكم الا ربه .والثّانية:لا يخافن الا ذنبه.والثالثة:لا يستحى اذا لم يعلم شيئاً أن يتعلمه والرابعة:لا يستحى اذا سئل عما لم يعلم ان يقول"الله اعلم"والخامسة:عليكم بالصبر فانه من الايمان بمنزلة الرأس من الجسد)

پانچ چیزوں کو لازم پکڑو

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:(پانچ باتوں کو لازم پکڑو:)

☆ تم میں سے کوئی بھی اللہ کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے

☆ اپنے گناہ کے علاوہ کسی چیز سے نہ ڈرے

☆ جو چیز نہیں جانتا اسے سیکھنے میں شرم محسوس نہ کرے

☆ جب ایسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے جس کا علم اسے نہیں،تو (اللہ اعلم) اللہ بہتر جانتا ہے کہتے ہوئے نہ شرمائے

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆ صبر کولازم پکڑو کیونکہ صبر کا ایمان میں وہی مقام ہے جو سر کا جسم میں ہے (ارشاد العباد صفحہ ۸۹)

تبصرہ:

صبر کا لغوی معنٰی ہے کسی کے مقابلہ میں ڈٹ جانا اور قائم رہنا، لیکن اصطلاح شریعت میں اس کی حقیقت کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں خیر اور شر کی دو متضاد قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ خیر کی نشو ونما، شر کا انسداد اور اس راستہ میں آنے والی مشکلات کو برداشت کرنے کا نام صبر ہے۔ یہی وہ عمل ہے جو انسان کو فرشتوں سے بھی برتر مقام عطا کرتا ہے کیونکہ فرشتوں میں خیر اور شر کا یہ ٹکراؤ نہیں ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

قرآن وحدیث میں صبر اور اہل صبر کے بہت زیادہ فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''صابرین کو بے حد وبے حساب اجر وثواب عطا کیا جائے گا''۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''جب میں اپنے بندے کی طرف کوئی مصیبت بھیجتا ہوں یعنی اس کے بدن، مال یا اولاد پر اور وہ بندہ صبر جمیل کا مظاہرہ کرتا ہے تو مجھے قیامت کے دن اس کے اعمال کو تولتے اور اس کا دفتر کھولتے ہوئے حیا آتی ہے''۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کا قول ہے کہ قرآن پاک میں صبر تین طرح مذکور ہوا ہے۔ ایک اللہ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی پر صبر کرنا، دوسرا اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کو چھوڑنے پر صبر کرنا اور تیسرا مصائب وحوادثات پر فوراً صبر کرنا۔

23۔ حبب الی من الدنیا ثلاث

روی عن النبی ﷺ انّه قال: حبب الی من دنیا کم ثلاث: الطیب: والنسآء، وجعلت قرة عینی فی الصلوة) وکان معه اصحابه جلوساً.

فقال ابو بکر ﷺ: صدقت یا رسول الله وحبب الی من الدنیا ثلاث: النظر الیٰ وجهِ رسو ل الله ﷺ، وانفاق مالی علیٰ رسول الله ﷺ، وأن تکون ابنتی تحت رسول الله ﷺ)

فقال عمر ﷺ: صدقت یا ابا بکر، وحبب الی من الدنیا ثلاث، الامر بالمعروف، والنهی عن المنکر، والثوب الخلق

فقال عثمان ﷺ: صدقت یا عمر وحبب الی من الدنیا ثلاث، اشباع الجیعان، وکسوة العریان، وتلاوة القرآن

فقال علی ﷺ: صدقت یا عثمان وحبب الی من الدنیا ثلاث: الخدمة للضیف، والصوم فی الصیف، والضرب بالسیف

فبینما هم کذالک اذ جآء جبریل علیه السلام وقال: ارسلنی الله لماسمع مقالتکم وأمرک ان تسئلنی عما أحب ان کنت من أهل الدنیا. فقال: ارشاد الضالین، ومؤنسة الغربآء القا نتین، ومعاونة أهل العیال المعسرین

وقال جبرل علیه السلام (رب العزة یحب من عباده ثلاث خصال: بذل الاستطا عة. والبکآء عند الندامة، والصبر عند الفاقة

مجھے دنیا میں سے تین چیزیں پسند آئی ہیں

روایت ہے کہ (ایک موقعہ پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جبکہ صحابہ کرام ﷺ بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے: (مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں پسند آئی ہیں: (خوشبو۔ عورتیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے)

سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے سچ فرمایا، لیکن مجھے دنیا کی تین اور چیزیں پسند ہیں:

☆ آپ کے رخ زیبا کو دیکھتے رہنا

☆ آپ ﷺ پر اپنا مال نچھاور کرنا

☆ میری بیٹی آپ کی زوجہ ہو (یہ رشتہ مجھے بڑا پسند ہے)

سیدنا عمر ﷺ نے کہا: اے ابوبکر! آپ نے سچ کہا لیکن مجھے دنیا کی تین اور چیزیں پسند ہیں: نیکی کا حکم دینا۔ برائی سے روکنا۔ پھٹے ہوئے کپڑے (پہننا)۔

سیدنا عثمان ﷺ بولے: اے عمر! آپ نے سچ کہا، لیکن مجھے دنیا کی تین اور چیزیں پسند ہیں: بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔ ننگوں کو

WWW.NAFSEISLAM.COM

کپڑے پہنانا۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

سیدنا علی ؓ نے کہا: اے عثمان! آپ نے سچ کہا، لیکن مجھے دنیا میں تین اور چیزیں پسند ہیں: مہمان کی خدمت کرنا۔ گرمیوں میں روزے رکھنا اور تلوار سے ضرب لگانا

جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے: (تمہاری یہ گفتگو سن کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ مجھ (جبرائیل) سے پوچھیں کہ اگر میں اہل دنیا میں سے ہوتا تو کیا پسند کرتا؟ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا: (اگر میں اہل دنیا میں سے ہوتا تو یہ چیزیں پسند کرتا) بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھانا۔ عاجز اور بیچارے غرباء کی غمگساری کرنا۔ تنگدست عیال داروں کی مدد کرنا۔)

پھر جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تین خصلتیں پسند فرماتا ہے: استطاعت کے مطابق راہ خدا میں خرچ کرنا۔ (گناہ پر) شرمندہ ہو کر رونا۔ فاقہ کے وقت صبر کرنا (ارشاد العباد صفحہ ۸۸)

تبصرہ:

اس حدیث کو پڑھ کر کچھ لوگ عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ خواہشات نفسانی سے کوئی بھی محفوظ نہیں حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ بھی اور اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو پسند فرمایا ہے اور عورتوں سے مرد کی محبت خواہشات نفس کے زیر اثر ہوتی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ پر ذرا سا غور کریں تو یہ غلط فہمی خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے (حبب) ماضی مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ محبت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دی ہے لہٰذا معترض کا اعتراض مشیت الٰہی پر ہو گا نبی کریم ﷺ کی ذات پر نہیں، یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ عورت سے محبت حدود الٰہیہ کے اندر رہ کر کی جائے تو یہ نصف ایمان ہے قابل اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب (خلفاء راشدین ؓ) کے مابین ہونے والی ایک گفتگو مذکور ہوئی ہے، کتنی پیاری گفتگو ہے اور کیسی پاکیزہ ہوتی ہوگی وہ محفل، جس میں ماہ طیبہ کے اردگرد **أصحابی کالنجوم** یعنی میرے صحابہ ستارے ہیں کے مصداق آپ کے غلاموں کا حلقہ ہوتا ہوگا۔

اس حدیث میں ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ ہم بھی اپنی محافل کو پاکیزہ بنائیں، جب دوست مل کر بیٹھیں تو خدا اور مصطفٰے کی باتیں ہوں، اصحاب رسول اور اولیاء اللہ کے تذکرے ہوں، مسائل دین پر گفتگو ہو۔ جھوٹ، غیبت، گلہ، شہوت انگیز گفتگو اور گالم گلوچ سے اپنی محافل کو پاک رکھیں تو انشاء اللہ یہ محافل ہمارے لئے توشۂ آخرت ثابت ہوں گی۔

آخر میں سیدنا جبریل علیہ السلام نے بندے کی ان تین صفات کا ذکر کیا ہے جو اللہ کو پسند ہیں، ان میں سے ایک بارگاہ الٰہی میں شرمندگی کے آنسو بہانا ہے، روحانی دنیا میں ان آنسوؤں کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ دانش مغرب کے ایک نمائندہ Alfred Austin کا قول ہے۔

(Tears are summer showers to the Soul)

آنسو روح کے لئے ساون کی برسات ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے اب لوگ گناہوں پر اتراتے ہیں، شرماتے ہیں اور نہ ندامت کے آنسو بہاتے ہیں۔ اس پر ساغر صدیقی کا ایک شعر پیش خدمت ہے۔

اب کہاں اشکِ ندامت ساغر
آستینوں کو ترستے دیکھا

❁❁❁

فخر موجودات رسالتمآب ﷺ کی حیرت انگیز پیش گوئیاں

تحقیق وتحریر: سعید بدر

حضور نبی کریم ﷺ ہادی و رہبر بھی تھے اور عظیم الشان اسلامی مملکت کے بانی مبانی بھی تھے۔ انہوں نے نہ صرف جاہل و گنوار اور غیر مہذب بدوؤں کو دنیا کی شائستہ اور مہذب قوم بنا دیا بلکہ منتشر اور باہم دست و گریباں قبائل کو متحد کر کے دنیا کی طاقتور ترین اور افضل ترین ملت بنا دیا۔ انہوں نے نہ صرف ایک اسلامی مملکت قائم کی بلکہ اسے دنیا کا بہترین و برتر آئین و قانون دیا جس کی آج کی مہذب دنیا میں بھی نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے مختلف رنگ و نسل اور مختلف قبائل اور قومیتوں کو اخوت کی ایک ہی لڑی میں پرو دیا۔ تدبیر اور تدبر سے بھی کام لیا اور اللہ کی بھیجی ہوئی وحی سے قوم میں ایسی روح پھونکی کہ وہ بنیان مرصوص بن گئی۔

اپنے مقصد اور نصب العین کے حصول کے لئے انہوں نے تمام انسانی وسائل، عقل و خرد اور تدبیر و کوشش، سعی و جدو جہد سے بھی کام لیا اور اپنی روحانیت کی بدولت الوہی امداد سے بھی استفادہ کیا۔ جنگ بدر میں تمام جنگی تدابیر کے ساتھ ساتھ گریہ وزاری کرتے ہوئے اللہ سے مدد بھی مانگی اور یہ مدد فرشتوں کی امداد کی صورت میں حاصل بھی ہوئی۔ انہوں نے محیر العقول معجزات بھی پیش کئے اور مایوس و محروم قوم کو مستقبل کے بارے میں خوش خبریاں دے کر اور پیش گوئیاں سنا کر ان کے حوصلوں کو بلند اور جذبوں کو مستحکم کیا اور پھر چشم دنیا نے دیکھ لیا کہ ان محکم تدابیر، جدو جہد، سعی و کوشش اور حوصلہ افزائی کی بدولت عرب کے ساربان مشرق و مغرب کے تاجدار بن گئے اور پوری دنیا ان کی باجگزار بن گئی۔

اب یہی عرب اپنے گھوڑے تند و تیز دریاؤں میں ڈال دیتے تو دشمن لوگ ''دیواں آمدند'' کہہ کر بھاگ کھڑے ہوتے۔ ہاں! یہی بدو اور بربر کشتیاں جلا کر دشمن پر ٹوٹ پڑتے اور ہمیشہ فتح یاب ہو کر رہتے۔ یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ممکن ہوا؟ دراصل ان بے سروسامان اور اکثر و بیشتر تعداد میں کم تر لوگوں کے سینوں میں ایمان و ایقان کی وہ آتش فروزاں تھی جو پیغمبر اعظم ﷺ نے مسلسل جدو جہد سے ان کے دلوں میں روشن و منور کر دی تھی۔ ان مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں حضور ﷺ کے ارشادات اور فرمودات کی قندیلیں فروزاں تھیں کہ آخر کار انہوں نے دنیا کا حکمران بن کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرنا تھا۔

آج ہم سرور کائنات ﷺ کی ان چند پیش گوئیوں کا ذکر کریں گے جو انہوں نے ایسے ایام میں فرمائی تھیں کہ ان پر یقین کرنا بے حد مشکل بلکہ امر محال تھا۔ کئی دنوں سے بھوکے پیاسے اور خندق کھودنے میں مصروف لوگوں کو یہ بتانا کہ ایران و شام اور یمن جیسے ممالک مسلمانوں کے زیرنگیں آنے والے ہیں، حیران کن بات تھی اور بظاہر عقل و شعور سے ماورا معلوم ہوتی تھی لیکن آمنا و صدقنا کہنے والے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے ہر لفظ کو حکم اور ہر فرمان کو الوہی فرمان کا درجہ دیتے اور سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔

ایران، روما اور یمن کی فتح کی خوش خبری:

براء بن عاذب اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنگ خندق کے دوران خندق کھودتے ہوئے اچانک ایک بہت بڑا پتھر سامنے آ گیا جو کسی سے ٹوٹتا نہیں تھا اور یہ ایسا پتھر تھا جس پر کوئی کدال کام نہیں کرتا تھا۔ جب سب لوگ اسے توڑنے سے عاجز آ گئے تو لامحالہ اس صورت حال کو سرور کائنات، فخر موجودات حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور پر نور ﷺ نے تین دنوں سے کچھ نہیں کھایا تھا اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سنگلاخ پتھر کے اوپر قدم مبارک رکھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لیا اور پتھر پر دے مارا، پتھر ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں، سلمان، حذیفہ، نعمان اور چھ دوسرے افراد خندق کھود رہے تھے کہ اچانک وہ پتھر ظاہر ہوا جسے توڑنے میں ہم بہت ناکام رہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ خندق میں اترے اور کدال پتھر پر مارا تو وہ پھٹ پڑا اور اس سے بجلی کی روشنی نکلی جس نے سارے مدینہ کو روشن کر دیا جس سے ہم حیران و ششدر رہ گئے۔ حضور ﷺ نے پھر تکبیر کہی اور پتھر پر ضرب لگائی تو پہلے کی طرح پھر بجلی چمکی۔ حضور ﷺ نے تیسری بار تکبیر پڑھ کر ضرب لگائی تو اس بار بھی بجلی جیسی تیز روشنی نے اردگرد کو منور کر دیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اس سے قبل یہ منظر کبھی نہیں دیکھا اور نہ ایسی روشنی دیکھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب میں نے پہلی ضرب لگائی تو بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے کسریٰ ایران کی مملکت سے حیرہ کے محلات کو بڑے بڑے مکانات کی شکل میں دیکھا جس کا مطلب ہے کہ ''کسریٰ ایران کی مملکت پر میری امت غالب آئے گی''۔ دوسری روشنی میں مَیں نے شہنشاہ روم کے سرخ محلات دیکھے جس کا مطلب مجھے یہ بتایا گیا کہ امت اسلامیہ شاہ روما کے زیرنگیں تمام ممالک پر قابض ہو جائے گی۔ تیسری روشنی میں صنعا یمن کے دارالحکومت کے محلات دکھائی دیئے جس پر مجھے بتایا گیا کہ ملت محمدیہ یمن اور صنعا پر بھی غالب آ جائے گی۔'' آپ ﷺ نے اس موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے کسریٰ کے محل کی خصوصیات گنوائیں جن کی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک کر کے تصدیق کی ''جی ہاں! یارسول اللہ! ﷺ آپ سچ فرماتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''میری امت

وہاں تک پہنچے گی اور میرے بعد مسلمان ان ممالک کو فتح کریں گے۔'' بقول علامہ اقبال

مجھے راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

ایک اور روایت کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شام وروما اور فارس و یمن کی کنجیاں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔
آخر کار چشم فلک نے دیکھ لیا کہ یہ تینوں ممالک حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھم کے ادوار میں مفتوح ہوئے اور ان پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ ''رحمت اللعالمین'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''کہ ایسے ضعف اور کمزوری کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے جسے اللہ نے حرف بحرف درست کر دیا۔''

سلطنت ایران کے ٹکڑے ہونے کی پیش گوئی:

۶۔ہجری میں حضور ﷺ نے قرب وجوار کے مختلف سربراہان مملکت کو دعوت اسلام دینے کے سلسلے میں خطوط لکھے جن میں ایران کے کسریٰ خسرو پرویز کے نام بھی خط تحریر کیا گیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے نامہ مبارک پر اپنا نام بعد میں لکھا ہوا دیکھ کر برہم ہوگیا اور اس نے اس نامہ مبارک کو طیش کے عالم میں چاک کر ڈالا اور والئی یمن امیر باذان کو خط لکھا کہ ''حجاز (اقدس) کے مدعی نبوت کو گرفتار کرکے میرے حضور پیش کیا جائے۔'' امیر باذان نے دو آدمی بھیجے جنہوں نے مدینہ آکر عرض کیا کہ'' آپ کو مدائن طلب کیا گیا ہے۔'' شہنشاہ کون ومکاں ﷺ نے فرمایا'' اس شخص سے جا کر کہہ دو کہ اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچے گی۔'' ابھی یہ دونوں سفیر واپس نہ پہنچے تھے کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور خود تخت پر قابض ہوگیا۔ اسی اثناء میں قاصد نبوی حضرت عبداللہ ؓ مدینہ واپس پہنچے اور انہوں نے نامۂ اقدس پھاڑ دینے کی خبر بیان کی تو سرور کائنات ﷺ نے فرمایا'' اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور میں نے اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا۔'' حضور ﷺ کی زبان پاک سے نکلی ہوئی بات بھلا کیسے درست نہ ہوتی؟ شہنشاہ ایران کے بیٹے شیرویہ نے پہلے اپنے بے ابھائیوں کو قتل کیا اور پھر اس باجبروت بادشاہ کو قید میں ڈال دیا۔ وہ تیرہ دن زندان میں پڑا رہا لیکن عین اس وقت جب مسلمان قاصد واپس پہنچے تو اسے قتل کرا دیا گیا امیر باذان کو جب یہ خبر ملی تو وہ یہ خبر سن کر مسلمان ہوگیا۔

(۲) حضرت سعد بن وقاص کی بیماری اور حضور ﷺ کی تیمارداری:

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن وقاص ؓ علیل ہوگئے۔ بیماری شدت اختیار کرگئی تو حضرت سعد ؓ کو زندگی کی امید نہ رہی۔ حضور پرنور کو علم ہوا تو آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد ؓ کا اضطراب اور بے چینی دیکھ کر فخر کونین ﷺ نے فرمایا:

''اگر خدا نے چاہا تو تم ابھی نہیں مرو گے۔ اگر خلوص سے کام کرو گے تو تم کو درجہ عظیم ملے گا۔ بہت سے لوگوں کو تم سے فائدہ اور بہتوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔''

تاریخ نے ثابت کر دیا کہ یہی حضرت سعد بن وقاص ؓ تھے جو حضرت عمر ؓ کے عہد مبارک میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار بنے اور انہوں نے چند ہی برسوں میں پورے ایران کو فتح کیا جس سے مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ اور ایرانیوں کو نقصان عظیم پہنچا۔

حدیث کی تمام کتب میں یہ پیش گوئیاں موجود ہیں۔ کسریٰ ایران کے متعلق آپ ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا تھا'' کسریٰ ہلاک ہوگا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر بھی ہلاک ہو جائے گا اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔''

حضور ﷺ کی رحلت سے صرف دس برس بعد ۶۴۲ء میں جنگ نہاوند ہوئی جس سے ساسانی خاندان ہمیشہ کے لئے مٹ گیا۔ کچھ عرصہ بعد آخری کسریٰ یزدگرد بھی قتل ہوگیا اور اس کے بعد آج تک ایران میں کوئی کسریٰ پیدا نہیں ہوا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قیصر ہرقل شہنشاہ روما اگرچہ ۶۴۱ء میں مرا، تاہم قیصروں کا سلسلہ ۱۴۵۳ء تک جاری رہا حتیٰ کہ عثمانی خلیفہ سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کرکے ۱۴۵۳ء میں قیصریت کا بت پاش پاش کرکے اس کا چراغ ہمیشہ کیلئے ہی گل کر دیا۔ اس طرح ۶۳۰ء میں حضور اکرم ﷺ کی جانب سے کی گئی پیش گوئی آخر کار پوری ہو کر رہی لیکن دلچسپ امر یہ ہے کہ مصر کا عیسائی مدیر الہلال کہتا ہے:

''سب سے تعجب انگیز یہ بات ہے کہ اہل عرب نے صرف چودہ پندرہ برس کی قلیل مدت میں سلطنت ہائے روم وفارس کا چراغ گل کر دیا اور انہیں فتح کر لیا۔''

تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام ؓ کے ہاتھوں نہ صرف ایران کے کسریٰ کا خاتمہ ہوا بلکہ عیسائی مورخ گبن (مشہور مستشرق) لکھتا ہے کہ:

WWW.NAFSEISLAM.COM

’’حضرت خالد بن ولید نے شام و دمشق کو فتح کر کے شہنشاہ روم کا تخت ہلا کر رکھ دیا۔‘‘
یہ دشمنوں کی گواہی ہے۔

قسطنطنیہ کی فتح:

حضور ﷺ نے قسطنطنیہ کی فتح کی بشارت بھی دی تھی اور فرمایا تھا کہ ’’قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکر جنتی ہوگا‘‘ یہی وجہ تھی کہ حضرت معاویہ کے عہد میں قسطنطنیہ پر اسلامی لشکر نے حملہ کیا جس میں حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ اور بعض روایات کے مطابق حضرت امام حسین ﷺ بھی شریک ہوئے۔ اس جنگ میں حضرت ابوایوب انصاری ﷺ شہید ہوئے جن کا مزار آج بھی وہاں موجود ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ آخر کار عثمانی خلیفہ سلطان محمد ثانی نے قیصر شاہی کا خاتمہ کیا۔ اس طرح حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہو کر رہی۔

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دربار
مہدیٔ امت کی سطوت کا نشان پائیدار
صورت خاک حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے
نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربت ایوب انصاری سے آتی ہے صدا
اے مسلماں! ملت اسلام کا دل ہے یہ شہر
سینکڑوں صدیوں کی کشت وخوں کا حاصل ہے یہ شہر

اسی طرح ان دونوں سلطنتوں سے متعلق حضور ﷺ کی ایک اور پیش گوئی بھی کتب احادیث میں ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ
’’کسریٰ و قیصر کے خزانے راہ خدا میں تقسیم کئے جائیں گے۔‘‘

حضرت سعد بن وقاص ﷺ نے جب جنگ قادسیہ جیت لی تو نماز جمعہ کے بعد ایرانیوں سے لوٹا ہوا تمام مال جمع کیا گیا جسے دیکھ کر اہل عرب کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ مسلمان سپاہیوں نے دیانت داری کا اعلیٰ معیار پیش کرتے ہوئے ہر چیز حضرت سعد ﷺ کے سامنے پیش کر دی۔ اس میں کیانی سلسلہ سے لے کر نوشیرواں کے عہد تک بادشاہوں کی ہزاروں یادگاریں شامل تھیں جو ان کے اپنے پاس تھیں یا تحفۃً ملی تھیں۔ خاقانِ چین، راجہ داہر، قیصر روم اور نعمان بن منذر کے تحائف، بہرام چوبیں کی زرہیں اور تلواریں، کسریٰ، ہرمز اور کیقباد کے خنجر، نوشیرواں کا تاج زرنگار اور ملبوسات شاہی، سونے کا گھوڑا جس پر چاندی کی زین تھی اور سینے پر یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اونٹنی جس پر سونے کا پالان تھا اور مہار میں بیش قیمت موتی پروئے ہوئے تھے۔ ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔ سب سے قیمتی اور عجیب و غریب ایک فرش تھا جسے ایرانی ’’بہار‘‘ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس فرش کی زمین طلائی، سبزہ زمرد کا، جدولیں پکھراج کی، درخت سونے چاندی کے، پتے حریر کے اور پھل جواہرات پر مشتمل تھے۔ اسلامی اصول کے مطابق حضرت سعد ﷺ نے مال غنیمت کے چار حصے تقسیم کر دیئے اور پانچواں حصہ حضرت عمر ﷺ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا جسے دیکھ کر عام مسلمان تو کیا، حضرت عمر ﷺ بھی حیران رہ گئے۔ اہل عرب مالا مال ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

اس طرح کسریٰ کے خزانے امت مسلمہ کو حاصل ہوئے اور آپ ﷺ کی پیش گوئی کی درستگی اور صحت کا آغاز ہوا۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ کی مفلسی حیران کن ضرب المثل مشہور ہے لیکن جب وہ یمن کے گورنر بنے تو پانچ لاکھ درہم لے کر مدینہ آئے، حضرت عمر ﷺ کو پتہ چلا تو وہ سخت حیران ہوئے اور فرمایا کہ تم کو گنتی بھی آتی ہے؟ جس پر ابوہریرہ ﷺ نے پانچ دفعہ لاکھ لاکھ کہہ کر یقین دلایا۔ رحمت اللعالمین ﷺ کی پیش گوئی کا یہ ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے۔

زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا:

صحیح بخاری کے مطابق عدی بن حاتم ﷺ کی روایت ہے کہ ’’میں نبی اکرم ﷺ کے حضور میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ دوسرا آیا اس نے ڈکیتیوں کا گلہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عدی! اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے اکیلی چلے گی، خانہ کعبہ کا طواف کرے گی، وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ (میں نے دل میں سوچا کہ ڈاکو کہاں جائیں گے؟ جنہوں نے

تمام بستیوں کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے) پھر فرمایا "اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو کسریٰ کے خزانوں کو جا کر تم کھولو گے" میں نے پوچھا! "کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا ہاں!" "کسریٰ بن ہرمز" پھر فرمایا "اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے ایک شخص زکوۃ کا سونا اور چاندی لئے ہوئے پھرے گا اور اسے کوئی ایسا شخص نہ ملے گا جو زکوۃ کا پیسہ لینے والا ہو۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ عدی بن حاتم ﷛ کی عمر طویل ہوگئی اور اس کا کہنا ہے کہ "میں نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا کہ ایک بڑھیا حج کے لئے کوفہ سے اکیلی چلی، اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف یا ڈر نہ تھا۔ اس نے حج کیا اور اکیلی ہی واپس گئی"۔ حضرت عدی مزید کہتے ہیں" کہ خزائن کسریٰ کی فتح میں میں خود بھی شامل تھا جس میں سے مجھے بھی کثیر حصہ ملا اور اے لوگو! رہی تیسری بات تو وہ تم خود میرے بعد دیکھ لو گے۔"

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷛ کے دور میں تیسری بات بھی پوری ہوکر رہی۔ زکوۃ دینے والے جھولیوں میں پیسے لئے پھرتے تھے اور کوئی اسے وصول کرنے والا نہ ملتا تھا اور بانٹنے والا شخص اپنا مال اکثر و بیشتر واپس گھر لے جایا کرتا تھا۔

الطاف مسلسل:

حضور ﷺ نے غلبہ اسلام کی متعدد بار پیش گوئی کی۔ ایک بار فرمایا "میں سو رہا تھا کہ میرے پاس تمام خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ (۱) حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں عرب فتح ہوا۔ آپ نے ملک شام، ملک فارس اور ملک یمن و روم کی فتوحات کی بشارتیں دیں جو کے بعد دیگرے پوری ہوتی رہیں۔ (۲) فتح قسطنطنیہ کی خبر دی وہ بھی آٹھ سو سال بعد پوری ہوئی۔ (۳) ہندوستان کی فتح کی بشارت بھی دی جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے ہند سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ بقول اقبال:

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میر اوطن وہی ہے

"طارق! اپنے کام کی طرف بڑھو"

اب سپین یعنی ہسپانیہ کا حال سنیئے! کہتے ہیں کہ سمندر عبور کرنے کے بعد مسلمان جرنیل طارق بن زیاد کچھ سوچ میں پڑ گیا کہ میرے پاس چند ہزار فوجی ہیں اور مقابل میں صدیوں سے مستحکم حکومت کی مسلح اور تربیت یافتہ فوج، یہ سوچتے سوچتے اسے اونگھ آگئی اور وہ سو گیا۔ طارق بن زیاد کو عالم خواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: "طارق آگے بڑھو!" طارق کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اسے یقین کامل ہوا کہ فتح یقینی ہے اور اس نے تمام کشتیاں جلا دیں۔ وہ جانتا تھا کہ سپین سے واپس نہیں جانا پڑے گا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد کبھی غلط نہیں ہوسکتا تھا اور آخر کار اسے فتح نصیب ہوئی۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے اس موقع کی نسبت سے نہایت عمل، بلیغ اور معنی خیز فارسی قطعہ تحریر کیا۔ فرماتے ہیں:

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا است
دور ایم از سوادِ وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا روا است
خندید دستِ خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملکِ ما است کہ ملکِ خدائے ما است

یعنی اسلامی عساکر کے کمانڈر طارق بن زیاد نے جب اندلس یعنی ہسپانیہ کے کنارے (موجودہ آبنائے جبرالٹر اسلامی نام جبل الطارق) پر کشتیاں جلانے کا حکم صادر کیا تو اس کے فوجیوں نے کہا کہ "تمہارا یہ کام عقل و شعور کے اعتبار سے بالکل غلط ہے ہم اپنے وطن کی سرزمین سے بہت دور ہیں۔ جنگ کے بعد واپس کیسے پہنچیں گے؟ شریعت اسلامیہ میں بھلا ترک اسباب کی کہاں اجازت ہے؟" (یہ تو موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے) یہ سن کر طارق بن زیاد مسکرایا اور اس نے اپنا ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھتے ہوئے کہا:

"ہر ملک ہمارا ملک ہے اس لئے کہ ہر ملک ہمارے اللہ کا ہے۔" یا پھر" ہر ملک، ہماری ملکیت ہے اس لئے کہ ہر ملک اللہ کی ملکیت ہے اور اللہ کی ملکیت ہماری ملکیت ہے کیونکہ ہم اللہ کے بندے ہیں۔"

یاد رہے کہ طارق بن زیاد نے افریقی ممالک کے گورنر موسیٰ بن نصیر کے حکم پر یہ حملہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک (۷۰۵ تا ۷۱۵ء) کے

عہد میں کیا تھا۔ طارق بن زیاد اس وقت مراکش میں طنجہ کا گورنر تھا۔ اندلس (ہسپانیہ) اور افریقہ کے درمیان بحیرۂ روم کی دس سے پندرہ میل چوڑی آبی پٹی ہے جو دونوں علاقوں کو جدا کرتی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہجری تقویم کے مطابق یہ رجب کا مہینہ تھا اور ۹۲ ہجری کا سال تھا۔ ماہ رجب کو حسن اتفاق سے معراج النبی ﷺ کا افتخار حاصل ہے۔ سن عیسوی کے مطابق ۳۰ اپریل ۷۱۱ء کی تاریخ تھی۔ طارق بن زیاد نے طنجہ کی بجائے سیوط کے ساحل سے آبنائے جبرالٹر کو عبور کیا۔ یہ ۳۰ اپریل کی اندھیری رات تھی۔ کہتے ہیں کہ دو دن مسلسل سفر کی بنا پر طارق بن زیاد پر غنودگی طاری ہوگئی۔ خواب میں دیکھا کہ رسالتمآب ﷺ تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا "طارق! ہمت کرو اللہ پر بھروسہ کرو اور آگے بڑھو۔ اندلس تمہارے ہاتھوں فتح ہوجائے گا"۔ آنکھ کھلی تو طارق کے سامنے اندلس کا کنارہ تھا جہاں اس نے اترنا تھا اور غلبہ اسلام کی راہ ہموار ہونا تھی۔ اس دور میں موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کے تمام علاقوں پر امویوں کی طرف سے حکمران تھا لیکن ولید بن عبدالملک کی ۷۱۵ء میں وفات کے بعد دمشق میں سلیمان بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے تمام سپہ سالاروں کو محاذ جنگ سے واپس بلا کر قید کر دیا جہاں وہ اذیتیں اٹھاتے اٹھاتے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کا قصور یا جرم صرف یہ تھا کہ ولید بن عبدالملک نے ان کمانڈروں اور گورنروں سے مشورہ کیا تھا کہ کس طرح وہ اپنے بھائی سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کر دے لیکن ایسا کرنے سے پہلے ہی وہ موت کے منہ میں چلا گیا۔ سلیمان منتقم مزاج حکمران تھا، اس نے برسر اقتدار آتے ہی تمام پہلے گورنروں اور محاذ جنگ پر لڑنے والے سپہ سالاروں کو واپس بلا کر حوالہ زندان کر دیا جن میں موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، اور چین کے محاذ پر برسرپیکار جرنیل قتیبہ بن مسلم شامل تھے۔ اس طرح اسلامی فتوحات کا سیلاب رک گیا اور مسلمان آپس میں لڑنے لگے۔

مسلمان سپین میں آٹھ سو سال حکمران رہے اور علم وادب اور دیگر علوم وفنون میں بے پناہ ترقی کی۔ یہی وہ سرچشمہ ہائے علوم تھے جہاں سے اہل یورپ نے کسب فیض کیا اور آج وہ مشرق و مغرب کے حکمران ہیں اور ہم نکبت وادبار میں غرق ہیں۔ علامہ اقبال اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

ہے زمین قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ یورپ میں جو روشن تھی مثل شمع طور
بجھ کے بزمِ ملت بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی
قبر اس تہذیب کی یہ سر زمین پاک ہے
جس سے تاک گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے

حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "خلافت آخر تمہاری اولاد کو ملے گی۔" آخر کار یہ پیش گوئی بھی درست ثابت ہو کر رہی اور بنو عباس صدیوں تک حکمران رہے۔ سپین اور مراکش سے چین کی سرحد تک ان کا طوطی بولتا رہا۔

مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے تزک بابری میں لکھا ہے کہ "میں دستِ غربت میں آوارہ پھرتا تھا، ایک روز تھکا ماندہ، مایوس و نامراد سو رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ خواب میں تشریف لائے۔ مجھے خواب غفلت سے جگایا اور خطرے سے آگاہ کیا۔" عین اس عالم خواب کے وقت دشمن اس کے بہت قریب پہنچ گیا تھا لیکن بشارت نے اسے ہلاکت سے بچالیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی بابر، ہندوستان میں مغل سلطنت کا بانی بنا اور اس کی نسل نے پورے ہندوستان پر صدیوں تک حکومت قائم کی۔

فتنہ تاتار:

صحیح بخاری میں درج حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرلو گے جو چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہرے والے اور پست ناک والے ہوں گے۔ ان کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے۔" مفسرین کے مطابق یہ پیش گوئی فتنہ تاتار کے متعلق ہے۔ چنگیز اور ہلاکو نے خوارزم، خراسان، سمرقند، بخارا حتیٰ کہ بغداد تک اسلامی ممالک کو تباہ و برباد کر دیا اور بالآخر انہیں بھی ایشیائی کو چک میں شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے اور صحیحین میں پانچ صدی قبل سے حدیث مبارک درج چلی آتی ہے۔

اہل فرنگ کی برتری:

۴۳ ہجری میں حضرت عمرو بن العاص ﷺ سے مستورہ قرشی نے کہا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ''قیامت اس وقت قائم ہوگی جب یورپین لوگ سب سے زیادہ ہوں گے۔'' عمرو بن العاص ﷺ نے کہا کہ ''تو کیا کہتا ہے؟'' مستورہ نے کہا کہ ''میں وہی کہتا ہوں جو حضور ﷺ نے فرمایا بے شک ان میں چار خصلتیں ہوں گی۔ (۱) وہ مصیبت کے وقت بردبار ہوں گے۔ اس مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ (۲) مساکین، یتامی، اور ضعیف لوگوں کے لئے سب سے بہتر ہیں۔ (۳) وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب سے بڑھ کر روک لیتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

اب دیکھئے امام مسلم کا رجب ۲۶۱ھ میں انتقال ہوتا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ یہ پیش گوئی تیسری صدی ہجری کے دوران ہر جگہ پھیل چکی تھی۔ اس عہد میں ہر جگہ اسلامی پرچم لہرا رہا تھا اس وقت یہ کہنا کہ مسلمانوں کی یہ تمام عظمت خاک میں مل جائے گی اور ان کی بجائے عیسائی حکمران ہوں گے، عقل وفکر سے ماورا نظر آتا تھا، لیکن امام مسلم نے اسے اپنی کتاب صحیح مسلم میں درج کیا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ بالآخر صدیوں کے بعد اب اس حدیث مبارک کی صحت اور عظمت ثابت ہو رہی ہے۔ آج کون سا ملک ہے جو یورپی عیسائی مملکتوں کی ڈپلومیسی کے اثرات سے آزاد ہے۔ گویا اسلامی سلطنتوں کے قیام اور ملت اسلامیہ کے غلبہ وزوال کے متعلق حضور ﷺ کی تمام پیش گوئیاں اور بشارتیں حرف بحرف درست ثابت ہو رہی ہیں اور انشاء اللہ ہوتی رہیں گی۔ اگر ہم پاکستان، افغانستان، ایران، عراق اور دیگر مسلمان ممالک کے گزشتہ صدی سے لے کر اب تک کے حالات وواقعات پر بغور نگاہ ڈالیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل فرنگ اور امریکہ سمیت تمام مغربی اقوام میں یہ چاروں خصوصیات پائی جاتی ہیں جن کا سرور کائنات ﷺ نے 1500 سال پہلے ذکر فرمایا تھا۔ کاش! ہم ان فرمودات پر گہری نظر ڈالتے اور اپنی وہ خوبیاں ضائع نہ کرتے جن کی بدولت ہم مسلمان چشم زدن میں دنیا بھر میں چھا گئے تھے۔

ہمیں چاہیئے تو یہ تھا کہ سرور دو عالم ﷺ ارشادات پر غور وفکر کرتے اور اب پیش گوئیوں کی روشنی میں دشمنان دین کے حربوں کا توڑ سوچتے لیکن ہم نے غور وفکر اور عمل ہی چھوڑ دیا جس کا نتیجہ سامنے ہے کہ چاروں طرف سے دشمن کی یلغار ہے اور ہم ہر جگہ کٹ اور مر رہے ہیں:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں
بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے
حرم کعبہ بھی نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے
وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہ رعنائی تھا
نازشِ موسمِ گل لالہ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تمہارا، یہی ہرجائی تھا
کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملتِ احمد مرسل کو مقامی کر لو
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہو جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک

WWW.NAFSEISLAM.COM

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں گے۔

✿ ✿ ✿

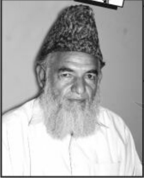

علامہ غلام سرور ہزاروی

مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان، مہتمم دارالعلوم ضیاء القرآن
کوٹلی نہر شاپ، گکھڑ پور، حطار انڈسٹریل اسٹیٹ ہری پور ہزارہ

انٹرویو پینل:
حافظ محمد زبیر اعوان، مشرف ہزاروی، محمود الرحمان، وقار علی کیمرہ مین

تعارف:

علامہ غلام سرور ہزاروی کی شخصیت اہل سنت و جماعت کے حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں کیونکہ وہ 1972ء سے جماعت اہل سنت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ایک مرتبہ تنظیم المدارس صوبہ سرحد کے ناظم اعلیٰ بھی رہے مگر خود کو صرف جماعت اہل سنت پاکستان سے ہی منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خداداد صلاحتیوں سے نوازا ہے، یہی وجہ ہے کہ فخر المشائخ علامہ سید ضیاء الدین شاہ صاحب سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ عصر شخصیت نے انہیں بچپن سے اپنی شفقتوں میں پروان چڑھایا۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اپنی ایک کتاب میں انہیں اپنا ابتدائی استاد تحریر کیا ہے۔ جس کو علامہ غلام سرور ہزاروی اپنے لئے ذریعہ نجات کہتے ہیں۔ آستانہ عالیہ بھکھی شریف، منڈی بہاؤالدین کی سرتاج روحانی شخصیت حضرت قبلہ حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں خصوصی توجہ حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جن دو ایسی خوبیوں سے مالا مال کیا ہے کہ وہ دیگر علمائے کرام میں عملی طور پر نمایاں گروہ میں نظر آتے ہیں، ان میں سے ایک تو ان کی عاجزانہ اور ملنسار مہمان نواز طبیعت ہے کہ کبھی بھی پروٹوکول کے متمنی نہیں ہوئے جہاں بھی انہیں تقریر کے لئے یا اجلاس میں شرکت کے لئے بلایا گیا کبھی ایسا نہیں سنا کہ انہوں نے گاڑی یا کرایہ یا معاوضہ کی ڈیمانڈ کی ہو اور دوسری خوبی جو کسی عام آدمی میں بھی آج کے دور میں نہیں ملتی چہ جائیکہ علمائے کرام ہوں، وہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی سطح پر نہ صرف اختلاف رائے سننے کا حوصلہ رکھتے ہیں بلکہ ضرورت سمجھیں تو اپنی غلطی مان کر معذرت بھی طلب کرتے ہیں۔ ضلع ہری پور میں شب بیداریوں کے ذریعے نوجوان نسل کو انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ مسلک و دین کی طرف موڑا ہے۔ راقم الحروف کو بھی جماعت اہل سنت میں لانے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ حطار انڈسٹریل اسٹیٹ میں جس جنگل بیابان میں انہوں نے مدرسہ قائم کیا وہاں دیگر مسالک نے ان کے مقابلے میں شرقاً غرباً مساجد و مدارس قائم کر دیئے ہیں مگر صرف انڈسٹریلسٹ حضرات سے مال کے حصول کی خاطر۔ جو لوگ ان کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں وہ عملی عقیدت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام کو خود بیرونی ممالک کے دوروں پر جا کر اپنے مدارس اور مساجد کے لئے فنڈ لانا پڑتا ہے۔ مگر انہیں انگلینڈ میں ہی ایسے درد دل رکھنے والے معاونین مل گئے ہیں کہ خود ہی لوگوں سے مانگ مانگ کر دار العلوم ضیاء القرآن کے لئے امداد بھیجتے رہتے ہیں۔ مجھے ان کا انٹرویو لینے کی جب محمد بہاؤالدین نے ذمہ داری سونپی تو میں نے اسے اس لئے بھی اپنا اعزاز سمجھا کہ میں اس شخصیت کا انٹرویو لے رہا ہوں جس کو میرے مرشد کریم قبلہ سید ریاض حسین شاہ نے اپنا استاد کہا ہے۔ شاید دلیل راہ میں ایسا انٹرویو پہلے نہ چھپا ہو یا میری معلومات میں نہ ہو۔ اسی لئے میں نے ان سے ایسے سوالات کئے ہیں جن میں ان کی زندگی کے مختلف گوشے نمایاں ہوں۔ اس انٹرویو میں میری معاونت روزنامہ اوصاف کے نمائندے مشرف ہزاروی، روزنامہ شمال اور جناح کے نمائندے محمود الرحمان اور روزنامہ آج کے فوٹو گرافر و خصوصی رپورٹر وقار علی نے کی۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔ آیئے علامہ غلام سرور ہزاروی صاحب کی فکری و روحانی اور تنظیمی زندگی کا مطالعہ کریں۔

راقم الحروف محمد زبیر اعوان نے تلاوت کلام پاک سے انٹرویو کا آغاز کیا۔ جس کے بعد علامہ غلام سرور ہزاروی مدظلہ العالی نے ماہنامہ دلیل راہ کے آنے والے وفد کا شکریہ ادا کیا۔ سوال و جواب کی نشست کی تفصیل درج ذیل ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۞ دلیل راہ: محترم علامہ صاحب اپنی تاریخ پیدائش، جائے پیدائش اور خاندانی پس منظر سے آگاہ فرمائیں گے؟

☆ علامہ صاحب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میری تاریخ پیدائش 1950ء ہے اور میں ہری پور ہزارہ کے ڈاک خانہ پنیاں کے گاؤں کمال پورہ میں ہی پیدا ہوا۔ یہی میرا آبائی گاؤں ہے اور میں اب بھی یہیں رہائش پذیر ہوں، الحمد للہ میرا خاندان شروع سے ہی مذہبی عقائد وروایات کا امین رہا ہے۔ میرے والد گرامی خلیفہ فیروز دین مرحوم کو خواجہ عبدالرحیم باغدروی رحمۃ اللہ علیہ نے با قاعدہ خلیفہ مجاز مقرر کیا تھا، لیکن میرے والد گرامی نے کسی کو کبھی مرید نہیں بنایا اور آپ اپنے مرشد سے یہ عرض گزار ہوئے کہ حضور مجھے غلامی میں ہی جو ذوق آتا ہے وہ مخدوم بن کر نہیں آئے گا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اپنے مرشد کامل کے ساتھ والہانہ انداز میں گزاری، جیسا کہ اولیائے کرام وفقراء سے نسبت اور ان کی خدمت ہمارا خاندانی طرہ امتیاز رہا ہے، چنانچہ یہ عجیب واقعہ آپ کو بتاؤں کہ میرے والد گرامی خلیفہ فیروز دین ہمیشہ اپنے مرشد کے آستانے پر تقریباً بیس کلو میٹر کا سفر پیدل طے کر کے جاتے تھے۔ کبھی مغرب کی نماز کے بعد تو کبھی تہجد پڑھ کر نکل جاتے، میرے بڑے بھائی حاجی حسن دین نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ کیا آپ پیسوں کی بچت کے لئے پیدل جاتے ہیں حالانکہ سواریاں موجود ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا! مجھے اپنے مرشد کی بارگاہ میں کسی پر سوار ہو کر جانا اچھا ہی نہیں لگتا اور مجھے پیدل ہی ذوق ملتا ہے، جو روحانی کیفیات مجھے پیدل سفر میں ملتی ہیں وہ مجھے ہو سکتا ہے سواری پر نہ ملیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ پیدل ہی حسن ابدال کے قریب سالک آباد اپنے

مرشد کے آستانے کے لئے نکل پڑتے اور گھر والوں کو بعد میں خبر ہوتی کہ آپ سالک آباد چلے گئے ہیں۔۔۔۔اسی پیدل سفر کے دوران راستے میں حضرت قبلہ پیر سید ضیاء الدین شاہ سلطان پوری علیہ الرحمہ سے بھی ایک تعلق بن گیا اور پھر ان کی زندگی کا ایک لازمہ بن گیا کہ وہ جاتے ہوئے یا آتے وقت سلطان پور ضرور حاضری دیتے اور شاہ صاحب کے پاس بیٹھے رہتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سید ضیاء الدین شاہ صاحب سلطان پوری نور اللہ مرقدہ جب بھی پنیاں یا بھیرہ یا زیادہ تر گھیڑیاں آتے تو وہ ہمارے گھر ضرور تشریف لاتے اور ہم ان کی خدمت میں مصروف ہو جاتے۔ یہی خدمت آج اس مقام پر بھی لے آئی ہے کہ اب بھی استاذی المکرم پیر سید حسین الدین شاہ بھی کرم نوازی فرما دیتے ہیں۔ بڑے استاذ حضرت قبلہ علامہ غلام محی الدین شاہ اور خطیب پاکستان علامہ سید عبدالرحمٰن شاہ نے بھی اپنی شفقتوں کو برقرار رکھا۔

دلیل راہ: گویا آپ کی تربیت خالصتاً مذہبی ماحول میں ہوئی۔ تعلیم کے حصول میں کہاں سے کہاں تک کا سفر ہوا اور تعلیمی سلسلہ کہاں تک پہنچا؟

☆**علامہ صاحب:** یہاں سے یہ واقعہ میری تعلیمی و تربیتی خوش بختیوں کا آغاز ٹھہرا کہ ایک دفعہ جب حضرت قبلہ پیر سید ضیاء الدین شاہ صاحب ہمارے گھر تشریف لائے تو میری ڈیوٹی لگی کہ میں انہیں پانی پیش کروں۔ مجھے دیکھ کر قبلہ شاہ صاحب نے میرے والد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''لالہ فیروز دین (وہ پیار سے میرے والد کو لالہ کہہ کر مخاطب کرتے تھے) یہ لڑکا مجھے دے دو۔ میرے والد نے سر تسلیم خم کیا اور میری والدہ محترمہ نے تیار کر کے اسی وقت مجھے شاہ صاحب کے حوالے کر دیا۔ جو مجھے سلطان پور ہمراہ لے گئے اور پھر وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور یہ وہ لڑکا ہے جسے میں خود اس کے گھر سے لے کر آیا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں یہ میرے لئے خوش قسمتی ہے کہ طالب علم خود جاتا ہے کہ وہ کسی جگہ داخل ہو اور مجھے ایک ایسے سیدزادے نے اپنی شفقتوں کے لئے منتخب کیا جو فقیہ العصر بھی تھا، ایک ولی کامل بھی تھا اور ان کی نسل بھی علمائے کرام سے مزین ہے۔ چنانچہ میری تدریس سلطان پور میں ہی ابتدائی طور پر ہوئی۔ فارسی میں نے سلطان پور میں پڑھی۔ جس میں ایک تو مروجہ کتب تھیں مگر ہمیں یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ ہم نے مثنوی شریف بھی پیر سید ضیاء الدین شاہ صاحب سے پڑھی اور مثنوی شریف پڑھاتے وقت اس وقت تو ہمیں سمجھ نہ آئی کہ قبلہ شاہ صاحب کیوں روتے تھے، مگر اب محسوس ہوتا ہے تو ان کیفیات کا ہم صرف تصور ہی کر سکتے ہیں۔ پرائمری میں نے پنیاں سکول میں کی اور میٹرک بعد میں راولپنڈی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم گنج منڈی میں جا کر کی۔ یہ اعزاز بھی مجھے حاصل ہوا کہ جامعہ رضویہ جب قائم ہوا تو اس کا پہلا طالب علم میں ہی تھا۔ یہ واقعہ بھی عجیب ہے کہ جن دنوں جامعہ رضویہ قائم ہوا تو میری فارسی کی سلطان پور میں تکمیل ہو چکی تھی اور ابھی جامعہ رضویہ میں کلاسز کا باقاعدہ اجراء نہیں ہوا تھا کہ ایک دن استاذی المکرم علامہ سید حسین الدین شاہ سلطان پور اپنے گھر تشریف لائے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ بدھ کو گھر آتے اور جمعۃ المبارک کو واپس چلے جاتے تو بڑے استاذی المکرم پیر سید ضیاء الدین شاہ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے شیخ الحدیث علامہ سید حسین الدین شاہ کو فرمایا کہ ''صاحبزادے'' اس لڑکے کو بھی ساتھ لے جاؤ اور مجھے ان کے ہمراہ روانہ کر دیا گیا۔ جہاں میں نے شہادۃ العالمیہ (متوازی ڈبل ایم اے) کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا اور پھر یہی سند میری سرکاری ملازمت کے حصول کا سبب بنی۔

دلیل راہ: تو گویا آپ سرکاری ملازمت بھی کرتے رہے؟

☆**علامہ صاحب:** جی ہاں، سرکاری ملازمت بھی کی، مگر اس اعزاز کے ساتھ کہ 27 سالہ دور ملازمت کا 90 فی صد سے زیادہ عرصہ صرف دو سکولوں میں بحیثیت عربی ٹیچر تقرر رہا یعنی اپنے گاؤں گورنمنٹ ہائی سکول پنیاں میں اور گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 جی ٹی روڈ ہری پور میں، صرف کچھ عرصہ گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ ہری پور میں رہا۔

دلیل راہ: کن کن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا؟

☆**علامہ صاحب:** سب سے پہلے تو جیسا میں عرض کر چکا ہوں۔ پیر سید ضیاء الدین شاہ اور پھر ان کے دونوں بیٹے شیخ الحدیث علامہ غلام محی الدین شاہ سلطان پوری اور شیخ الحدیث علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ العالی، اس کے بعد جو سب سے بڑا نام ہے وہ ہے شیخ الجامعہ مولانا محب النبی علیہ الرحمہ، بھوئی والے جنہیں آپ استاذ کل کہہ سکتے ہیں اور ان کی کیفیت پڑھانے کی یہ ہوتی تھی کہ بغیر مطالعے کے مشکل سے مشکل کتاب پڑھاتے تھے۔ اپنی اس خصوصیت کو وہ ایک عجیب

WWW.NAFSEISLAM.COM

روحانی واقعہ سنا کر حضرت اعلیٰ گولڑوی پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کی طرف نسبت کیا کرتے تھے اور وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت استاذی المکرّم علامہ محبّ النبی علیہ الرحمہ فرماتے کہ جب میں گولڑہ شریف پڑھا کرتا تھا تو ایک کتاب فصص الحکم کے اسباق مجھے یاد نہ رہتے۔ جب پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے پاس جاتے اور وہ پوچھتے کہ مطالعہ کیا ہے تو میں جواب دیتا کہ کیا ہے۔ پوچھا جاتا کہ سبق کی سمجھ آئی تو میں کہتا نہیں آئی۔ تین دن ایسا ہی ہوتا رہا۔ تیسرے دن جب حضرت اعلیٰ نے سوال پوچھا تو میں بجائے جواب دینے کے رونے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمہ دریائے رحمت جوش میں آیا اور انہوں نے کتاب اٹھا کر میرے سینے سے لگا کر کہا کہ جاؤ! محبّ النبی! آپ بغیر مطالعے کے پڑھایا کرنا! فرماتے ہیں وہ دن اور آج کا دن مجھے مطالعے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔۔۔الحمدللہ ان سے میں نے نحو بھی پڑھی اور دورہ حدیث بھی کیا اور ایک پانچویں میرے استاذ تھے مولانا شائستہ گل مردان والے۔ جو اگرچہ کچھ دن ہی جامعہ میں رہے مگر میں نے ان سے پڑھا۔

دلیل راہ: کن کن اہم شخصیات نے آپ کے ساتھ پڑھا؟

☆**علامہ صاحب:** میرے ساتھ پڑھنے والوں میں شامل ہیں علامہ قاضی عبدالخبیر عباسی، جو آج کل انگلینڈ میں تبلیغ دین میں مصروف عمل ہیں۔ علامہ سید ضیاء الحق شاہ جو راولپنڈی میں ادارہ چلا رہے ہیں۔ مولانا محفوظ الحق اٹک والے اور مولانا عبدالغنی نقشبندی اسلام آباد میں مرکزی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ پیرزادہ نثار المصطفیٰ باغدروی، راولپنڈی میں خطیب ہیں۔ مولانا محمد حنیف، راہوالی گوجرانوالہ کے ہیں اور اس کے علاوہ بھی مقتدر علمی شخصیات ہیں جن کے نام گنوانے لگوں تو لمبی فہرست بن جائے گی۔

دلیل راہ: چونکہ آپ پرانے بزرگوں کی نشانی ہیں اور ہمارے ماہنامہ دلیل راہ کا ایک مشن یہ بھی ہے کہ ہم اپنے اسلاف کو بھولیں نہ بلکہ گاہے بگاہے ان کا ذکر ہوتا رہے۔ چنانچہ آپ نے کم از کم ان بزرگوں کو ضرور دیکھا ہوگا جن کے ہم نے صرف نام سنے ہیں تو زمانہ طالب علمی میں کن کن بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی؟

☆**علامہ صاحب:** یہ میری خوش قسمتی سمجھئے کہ جس طرح میرے خاندان کا طرہ امتیاز رہا ہے کہ وہ فقراء وعلماء کرام کی خدمت کرتا رہا۔ اسی طرح جامعہ رضویہ میں بھی میرے ڈیوٹی اسی خدمتگار پینل میں لگی جس نے اپنے اساتذہ کی خدمت کرنی ہوتی تھی۔ یہ اسی خدمت کا صلہ ہوگا کہ بیرونی شہروں سے جو بھی خطباء وعلماء کرام جامعہ میں تشریف لاتے، ان کی خدمت کا فریضہ بھی ہمیں ہی سونپا جاتا۔ اس طرح مجھے بڑے بڑے جید مشائخ اور علماء کرام کی خدمت کا موقع ملتا رہا۔ مثلاً قبلہ بابو جی صاحب علیہ الرحمہ گولڑہ شریف والے، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی گجرات والے، مولانا سید احمد سعید شاہ کاظمی ملتان والے، مولانا محمد عمر اچھروی لاہور والے، مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری بھیرہ شریف والے اور اسی طرح بہت سے اکابر ومشائخ وعلماء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت وزیارت نصیب رہی اور ان کی خدمت کے دوران دلچسپ واقعات بھی پیش آئے جو پھر کبھی موقع ملا تو سناؤں گا۔

دلیل راہ: سلسلہ بیعت کہاں سے حاصل ہوا؟

☆**علامہ صاحب:** مجھے حافظ الحدیث استاذی العلماء حضرت سید جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھکھی شریف والوں سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جو بظاہر آنکھوں سے نابینا نظر آتے تھے مگر تمام علوم دینیہ کی کتابیں خود پڑھاتے تھے۔ دورہ حدیث خود کراتے اور لطف کی بات یہ ہے کہ طلباء کو بتاتے کہ فلاں حدیث کی فلاں کتاب کے حاشیئے پہ یہ بات لکھی ہے اور بین السطور تک وضاحت فرماتے۔ گویا نابینا نظر آنے کے باوجود بینائی کا یہ عالم تھا کہ پوری زندگی کسی بد مذہب سے ہاتھ نہیں ملایا۔ تقوٰی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مدرسے کے طلباء یا مسجد کے لئے چندہ بھی دینے آتا۔ تو پہلے تحقیق کرتے کہ یہ سینما کی یا بینک یعنی سودی کاروبار کی کمائی تو نہیں۔ اگر وہ کمائی ثابت ہو جاتی تو واپس کر دیتے اور فرماتے کہ یہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔

دلیل راہ: بیعت کب کی اور کس طرح یہ واقعہ ہوا؟

☆**علامہ صاحب:** یہ 1971ء کی بات ہے کہ مولانا محمد بشیر نقشبندی دہدن والوں کی دستار بندی بھکھی شریف میں ہونی تھی۔ میری فراغت 1969ء میں ہی ہو چکی تھی اور ایک دفعہ میں نے شیخ الجامعہ علامہ مولانا محبّ النبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرشد کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے استخارہ کی اجازت فرمائی۔ چنانچہ میں نے استخارہ کیا اور جب 1971ء میں اپنے دوست مولانا محمد بشیر نقشبندی کی دستار بندی کی تقریب میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

شرکت کے لئے بھکھی شریف گیا تو وہاں مجھے وہی آثار نظر آئے جو میں استخارے میں مشاہدہ کر چکا تھا۔ لہٰذا میں نے مرشد کریم قبلہ سید جلال الدین شاہ حافظ الحدیث علیہ الرحمہ کی بیعت کر لی۔

دلیل راہ: ہم دیکھتے ہیں علامہ صاحب کہ آپ کے والد گرامی یا بڑے بھائی صاحبان میں سے کوئی خطیب نہیں ہوا۔ مذہبی لگاؤ تو رہا مگر امامت وخطابت کی طرف رغبت نہیں ہوئی۔ کیا وجہ ہوئی کہ آپ اس طرف راغب ہوئے، جبکہ آپ بہترین سرکاری عربی ٹیچر کی پوسٹ پر بھی رہے؟

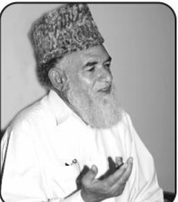

علامہ صاحب: یہ بات ٹھیک ہے کہ اس لائن پر صرف مجھے ہی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ دراصل میری فراغت کے فوراً بعد ہی مجھے فیلڈ مارشل صدر ایوب خان کے ایوانِ صدر میں خطیب لگا دیا گیا تھا مگر میں وہاں مطمئن نہیں تھا۔ سرکاری ملازمتیں آئیں اور میں عربی ٹیچر لگ گیا اور خطابت چھوڑ دی لیکن اس عرصہ میں میری بیعت میرے حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے پاس ہو چکی تھی۔ میرے ذہن میں ان دنوں مختلف خیالات آتے تھے کہ چلو اب خطابت وغیرہ نہیں کرنی۔ کبھی کہیں جمعہ پڑھانا پڑ گیا تو پڑھا دوں گا مگر باقاعدہ خطابت نہیں کروں گا۔ چنانچہ انہی دنوں یہ معمول بھی بن گیا کہ روزانہ رات کو ریڈیو پر خبریں اور تبصرے سنا کرتا۔ جس کی وجہ سے عشاء کی نماز لیٹ ہو جاتی یا صبح اٹھ کر قضاء پڑھتا۔ حُسنِ اتفاق ہوا کہ انہی دنوں مرشد کریم کے پاس چند دوستوں کے ہمراہ بھکھی شریف جانے کا پروگرام بن گیا اور جس دن ہم روانہ ہوئے، اس دن سفر میں ہم سے عصر کی نماز بھی چھوٹ گئی۔ دوسرے دن جب ہم عصر کی نماز کے بعد مرشد کی بارگاہ میں بیٹھے۔ تو حضرت صاحب علیہ الرحمہ قبلہ نے اجتماع میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''مولوی سرور صاحب'' میں خبریں نہیں سنتا مگر پھر بھی جو خبر ملنا ہوتی ہے وہ مل ہی جاتی ہے۔ ویسے بھی کیا فائدہ ان خبروں کا کہ بندے سے نماز ہی رہ جائے۔ پھر فرمایا کہ مولوی سرور صاحب! زندگی کا ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ مقصد اللہ کے دین کی خدمت ہے اور بندہ یہ سوچ لے کہ میری روزی رزق کا انتظام ہو گیا ہے وہ مجھے مل جائے گی۔ اب مجھے دین کی خدمت نہیں کرنی چاہئے تو یہ سوچ نامناسب ہے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد دوبارہ جلال بھری آواز میں فرمایا کہ رات کو تو کتا بھی بھوکا نہیں سوتا۔ اس کی غذا کا انتظام بھی ہو جاتا ہے۔ بندہ تو پھر اشرف المخلوقات ہے اور وہ جب یہ سمجھے کہ غذا کا انتظام ہو گیا ہے اور مجھے اب دین کی خدمت نہیں کرنی چاہئے تو یہ بالکل ٹھیک سوچ نہیں ہے، ساتھ ہی فرمایا کہ سفر جب بھی شروع کرو تو یا فجر کے بعد یا عشاء کے بعد تاکہ راستے میں نمازیں خرابی کا شکار نہ ہوں۔ چونکہ ہماری دورانِ سفر عصر کی نماز رہ گئی تھی اور میرے ذہن میں یہ بالکل نہیں تھا کہ میں حضرت علیہ الرحمہ سے اپنے معاملات پر بات کروں گا، مگر وہ خود ہی میری اصلاح فرمانے لگ گئے۔ یہاں تک کہ ہمارا اجازت لینے کا وقت آ گیا۔ تو حضرت علیہ الرحمہ نے پھر فرمایا کہ جب ہری پور واپس جاؤ تو اگر کہیں سے خطابت کی آفر آ جائے تو نہ نہیں کرنی اور خطابت کے لئے ہاں کر دینی ہے۔ چنانچہ جب ہم ہری پور پہنچے، منگل کے روز تو بدھ کے روز مجھے علامہ سید عبدالرحمٰن شاہ علیہ الرحمہ سلطان پوری کا رقعہ ملا کہ فاروقیہ مسجد میں خطبہ جمع دینا ہے۔ لہٰذا میں نے مرشد کی ہدایت کے مطابق حامی بھر لی۔ یہ 1974ء کی بات ہے۔ مقتدیوں نے مجھے تنخواہ پوچھی تو میں نے جواب دیا کہ میری تنخواہ یہی ہے کہ تم لوگ مجھے امام سمجھو اور میں تمہیں مقتدی سمجھوں۔۔۔۔اور یوں میری خطابت کا جہاں سے باقاعدہ آغاز مرشد کے کہنے پر ہوا۔ آج تک وہیں جمعہ پڑھا رہا ہوں۔

دلیل راہ: کبھی تنخواہ پر جھگڑا یا بحث ہوئی؟

علامہ صاحب: جی نہیں! میں اگرچہ غریب آدمی ہوں مگر میں نے آج تک مقتدیوں سے نہ تنخواہ کا مطالبہ کیا ہے اور نہ کبھی اسے بڑھانے پر اصرار کیا ہے؟

دلیل راہ: یہ بظاہر حیرت کی بات لگتی ہے کہ آپ نے تنخواہ کے بڑھانے پر اصرار نہیں کیا حالانکہ آج کل تو مساجد میں خطباءِ کرام اور انتظامیہ میں باقاعدہ تحریری شرائط بھی طے ہوتی ہیں۔ آپ کے اخراجات کیسے پورے ہوتے رہے۔ جبکہ آپ خود کہتے ہیں کہ ایک متوسط خاندان کا غریب فرد ہوں؟

علامہ صاحب: یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ بندہ مسلمان ہو۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کی محبت رکھنے والا امتی ہو اور اللہ کی ذات پر توکل رکھتا ہو تو تھوڑے رزق میں برکت آ جاتی ہے۔ میں آپ کو نام گنوا سکتا ہوں ان مشاہیر علماء کے، جو بچپن سے غربت میں اُٹھے اور آج ان کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ کبھی غریب بھی تھے۔ میں آپ کو اپنا ہی بتا سکتا ہوں کہ نہ کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے کچھ مانگا، نہ

27 سالہ سرکاری نوکری میں فراڈ سے رقم حاصل کرنے کی کوشش کی۔ الحمدللہ 3 بچے اور 2 بچیاں ہیں۔ بڑا بیٹا دارالعلوم ضیاء القرآن حطار کا نظم ونسق چلاتا ہے۔ جس کا نام محمد عبدالسلام ساجد ہے۔ دوسرا بیٹا حافظ امجد سعید جامعہ رضویہ میں زیر تعلیم ہے اور گریجویشن کر کے اب دینی امور کی طرف گامزن ہے۔ تیسرا بیٹا بھی اویس سرور زیر تعلیم ہے اور بورڈ میں ٹاپ کر چکا ہے۔ بڑی بچی نے تنظیم المدارس کا الشہادۃ العالمیہ کا کورس کیا ہے اور اب وہ شادی کر کے بھی بچیوں کا مدرسہ چلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معاشرے میں بھی عزت سے نوازا ہے۔ نہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مال دولت جمع کی اور نہ ہم نے اس کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ ایسی کسی تنظیم کو بھی جوائن نہیں کیا جو بیرون ملک لے جاتی یا سفری اخراجات دیتی۔ آج تک کبھی بھی جماعت سے نہ پیسہ لیا نہ مانگا بلکہ بغیر بل بنا کر ڈیمانڈ کرنے کے اپنی جیب سے کرائے خرچ کر کے جماعت کے اجلاسوں اور دوروں میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ گھر بھی رب نے چلانے کی توفیق دی اور جماعت بھی چلانے کی سعادت اسی اللہ نے عطا کی۔ اللہ نے غیب سے امداد کی، مگر کبھی کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کسی مالیاتی سکینڈل میں بھی ملوث رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بندہ اللہ پر بھروسہ رکھے تو اللہ ہی اسے کافی ہے۔

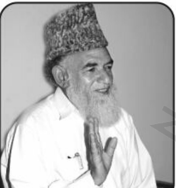

دلیل راہ: دارالعلوم ضیاء القرآن حطار وسیع رقبے پر دو منزلہ عمارت کے ساتھ اس وقت بہترین دینی خدمات پیش کر رہا ہے۔ اس کے پس منظر پر روشنی ڈالنا مناسب سمجھیں گے؟

☆ **علامہ صاحب:** جی ہاں، کیوں نہیں میں یہی تو بتا رہا ہوں کہ اللہ کی ذات پر توکل سارے کام خود ہی بنا دیتا ہے۔ ورنہ میں تو فاروقیہ مسجد میں چھوٹا سا دارالعلوم چلا رہا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کیا منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ حویلیاں سے اورنگزیب جب راجہ گل شعیب کیانی کو لے کر مشاورت کے لئے بیٹھے تو راجہ گل شعیب کیانی اس وقت اس خواہش کی تکمیل کے آرزومند تھے کہ اس قطعہ اراضی پر نامکمل مسجد بھی مکمل ہو جائے اور وہاں نماز و قرآن پڑھنے پڑھانے کا بھی اہتمام ہو جائے۔ آس پاس کوئی آبادی نہیں تھی۔ فنڈ بھی کوئی نہیں تھا۔ بس اللہ پر توکل کر کے چند طلباء ساتھ لے کر اس جنگل بیابان میں جا بیٹھا، پھر حاجی محمد یونس اور ان کے بھانجے جمیل احمد اعوان کے دل میں بھی تو اللہ ہی نے بات بٹھائی اور وہ دارالعلوم ضیاء القرآن کی مالی و جانی سرپرستی کے لئے انگلینڈ میں بیٹھ کر بھی آج تک سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ آج بھی اساتذہ کم اور طلبا زیادہ ہیں۔ آس پاس محلہ یا آبادی نہیں ہے مگر جس رب نے اس جنگل میں اتنے کرم کئے ہیں تو یہ بھی وہی کرم کرے گا، پھر وہی بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ کافی ہے۔

دلیل راہ: آپ نے جماعت کا تذکرہ بھی کیا ہے تو کیا اس پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے کہ کس کس تنظیم کے ساتھ وابستگی رہی؟ اور تنظیمی سفر کہاں سے شروع ہوا؟

☆ **علامہ صاحب:** اسے بھی میری خوش قسمتی ہی سمجھیں کہ مجھے اللہ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کے ساتھ رکھا۔ مجھے تعلیم و تربیت کے لئے اٹھایا تو پیر سید ضیاء الدین شاہ سلطان پوری علیہ الرحمہ نے میری بیعت بھی حضور سید جلال الدین شاہ علیہ الرحمہ سے ہوئی اور میرا تنظیمی سفر بھی ایک سید زادے کے ساتھ ہوا، جن کا نام سید ریاض حسین شاہ ہے۔ جی ہاں۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ اور آپ کے ماہنامہ دلیل راہ کے چیف ایڈیٹر" یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں صدر ہاؤس راولپنڈی میں خطیب تھا اور علامہ سید ریاض حسین شاہ راولپنڈی کے گارڈن کالج میں پڑھتے تھے اور سید عبدالمنان شاہ صاحب ان دنوں پولیس میں تھے۔ ایک ہی شہر کا ہونے کے ناتے ہماری دوستی ہوئی، کیونکہ عمروں میں بھی خاص فرق نہیں تھا۔ میری سن پیدائش 1950ء ہے اور غالباً علامہ سید ریاض حسین شاہ 1952ء میں پیدا ہوئے۔ ہم نے ان دنوں کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر بزمِ رضا بنائی، جن میں مولانا مشتاق احمد چشتی، مولانا سرفراز احمد نوری اور سینئر عالم مولانا عبدالغنی نرگس شامل تھے۔ بنیادی طور پر علامہ سید ریاض حسین شاہ اور میں بزم رضا کے محرک تھے اور ہمارے پاس بائیسکل ہوتی تھی اور ہم لوگ پورے راولپنڈی میں دوستوں کے ساتھ مل کر درس قرآن اور درس حدیث دینے جایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک ہم ساتھ رہے۔ یعنی 3 سے 4 سال کا عرصہ ہماری بزم رضا پہلی تنظیم کے طور پر کام کرتی رہی۔ انہی دنوں جماعت اہل سنت کا بنیادی رکنیت فارم میں نے راولپنڈی میں پُر کیا۔ اس وقت جماعت کی مرکزی امارت پر غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمہ جلوہ افروز تھے اور مجھے حلقہ جھنڈہ چیچی کا ناظم بنایا گیا تھا۔ ہری پور آنے پر مجھے ضلع ایبٹ آباد کا ناظم بنایا گیا۔ ان دنوں ہری پور ضلع نہیں بنا تھا۔ بعد ازاں جب جماعت اہل سنت کے تمام دھڑوں کو یکجا کیا گیا تو مجھے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ نامزد کر دیا گیا، پھر صوبائی ناظم اعلیٰ صوبہ سرحد کی حیثیت

سے عرصہ تقریباً آٹھ سے دس سال تک کام کرتا رہا اور اب مجھے مرکزی نائب امیر لگا دیا گیا ہے۔ یہی میرا تنظیمی سفر ہے۔

دلیل راہ: آپ جمعیت علمائے پاکستان کے شوریٰ کے اجلاسوں میں تو جاتے رہے ہیں؟

☆ **علامہ صاحب:** جی ہاں! لیکن جمعیت میں باقاعدہ شامل نہیں ہوا۔ ان دنوں جماعت اہل سنت اور جمعیت علمائے پاکستان کی شوریٰ مشترکہ ہوتی تھی۔ اس لئے میں جماعت کے ضلعی ناظم کی حیثیت سے چونکہ مرکزی شوریٰ کا رکن تھا اس لئے جماعت کی طرف سے شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوتا تھا۔ البتہ میں یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میں جماعت اہل سنت پاکستان کے علاوہ کسی دوسری جماعت میں باقاعدہ شامل نہیں ہوا اور میری جماعت، جماعت اہل سنت پاکستان ہی ہے۔

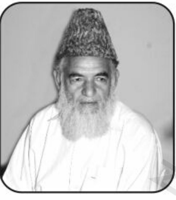

دلیل راہ: ماشاءاللہ، آپ سے گفتگو کر کے جہاں ہمیں روحانی ذوق مل رہا ہے۔ وہاں معلومات میں بھی گرانقدر اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی گفتگو میں علامہ سید ریاض حسین شاہ کا ذکر فرمایا ہے، حالانکہ آپ تقریباً ہم عمر بھی ہیں۔ تو یہ کیا سلسلہ ہے؟ کیا آپ اس پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے؟

☆ **علامہ صاحب:** (تھوڑا مسکراتے ہوئے) دیکھیں۔ آپ اس مسئلے میں نہ پڑیں۔ میں ان کو اپنا شاگرد نہیں سمجھتا اور نہ ہی کہتا ہوں۔ وہ اگر مجھے استاد کہتے ہیں تو یہ ان کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے اور میرے لئے ذریعہ نجات بن سکتا ہے۔

دلیل راہ: چلیں ہم اس مسئلے کو چھوڑ دیتے ہیں مگر آپ ہمیں شاہ صاحب کی جوانی کے رنگ دکھانا پسند نہیں کریں گے؟

☆ **علامہ صاحب:** ہاں یہ میں بتا سکتا ہوں۔ یہ انہی دنوں کی بات ہے۔ جب شاہ صاحب گارڈن کالج میں زیر تعلیم تھے اور ابھی بزم رضا نہیں بنی تھی، میں چونکہ شاہ صاحب کے خاندانی جاہ و جلال سے واقف تھا۔ اس لئے ایک دن میں نے موقع پا کر ان سے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ کالج کی طرز زندگی میل نہیں کھاتی۔ جو آپ کے خاندان کا طرہ امتیاز ہے وہی آپ کے شایانِ شان ہے۔ میری باتیں سن کر شاہ صاحب نے فوراً حامی بھر لی اور فرمایا کہ چلیں میں آپ سے ہی کتابیں پڑھ کر شروع کرتا ہوں۔ چنانچہ ہم نے شغل شغل اور دوستی یاری میں مطالعے کا تبادلہ خیال شروع کیا۔ یہیں سے شاہ صاحب مجھے استاد کہنے لگ گئے اور پھر شاہ صاحب نے اپنے آباؤ اجداد کے وقار کو بلند کرنے اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا سفر نئے انداز سے شروع کر دیا۔ وہ کالج سے واپس آتے، ظہر کی نماز پڑھتے اور سائیکل پر کتابیں رکھ کر راولپنڈی کے علماء سے اکتساب فیض کے لئے نکل پڑتے۔ رات گیارہ ساڑھے گیارہ بجے واپس آتے اور مطالعہ کرتے۔ کالج بھی ساتھ ہوتا اور دینی علوم بھی۔ اوپر سے یہ ہوا کہ پھر شاہ صاحب نے رات کو سونا چھوڑ دیا۔ پوری رات پڑھائی ہوتی اور صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام کر کے پھر وہی کالج اور سلسلہ شروع ہو جاتا اور یہ شاہ صاحب کی پھر استقامت رہی کہ انہوں نے رات کا سونا دوسرے لفظوں میں ترک کر دیا تھا۔

دلیل راہ: یہ بھی سنا ہے کہ آپ کے مرشد کریم قبلہ سید حافظ الحدیث جلال الدین شاہ علیہ الرحمہ بھکھی شریف والوں نے علامہ سید ریاض حسین شاہ کو خواب میں مسلسل کچھ عرصے تک کوئی کتاب پڑھائی تھی؟

☆ **علامہ صاحب:** جی یہ ٹھیک ہے، مگر مجھ پر پابندی لگی ہے۔ میں اس پر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ یہ میڈیا کی باتیں نہیں ہیں۔

دلیل راہ: بیرونی ممالک کا سفر بھی کبھی ہوا؟ اور کون کون سے ممالک تشریف لے گئے؟

☆ **علامہ صاحب:** جی ہاں! سب سے پہلے تو زیارت حرمین شریفین عمرہ شریف کی ادائیگی کا اللہ تعالیٰ نے موقع نصیب فرمایا۔ شام میں زیارات ہوئیں۔ ایران میں مختلف مزارات پر حاضری ہوئی۔ اجمیر شریف بھارت میں جانا ہوا۔ بریلی شریف کی تمنا ہے۔

دلیل راہ: کوئی قابل فخر شاگرد؟

☆ **علامہ صاحب:** جی ہاں! قاری فضل الرحمٰن ولد گل رسول، کویت کے سفارت خانے سے تعلق ہے۔ کویت ہی میں خطابت کر رہا ہے۔ کویت کے مقابلہ حسن قرأت میں ٹاپ کر چکا ہے۔

دلیل راہ: کبھی سرکاری ملازمت کے دوران حکمرانوں کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑا؟

☆ **علامہ صاحب:** جی! یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہتا ہے۔ ایک مرتبہ ضیاء الحق کے دور میں میری تقریر پر جواب طلبی ہوئی تھی تو مجھے یاد ہے میں نے محکمہ تعلیم کے اپنے افسر کو پیغام دیا کہ آپ لوگ تو ہمارے قدموں میں بیٹھتے ہیں۔ ہم اللہ کے دین کا سودا آپ لوگوں سے کیا کریں گے۔ اس

نے میرے پاس جمعہ پڑھا اور مجھ سے پوچھا کہ یہ قدموں میں بیٹھنے کا کیا مسئلہ ہے؟ تو میں نے کہا کہ جب میں تقریر کر رہا تھا۔ تو تم منبر رسول کے سامنے قدموں میں نہیں بیٹھے تھے۔ یہ سن کر وہ بڑا محظوظ ہوا۔

۞ دلیل راہ: کبھی جیل بھی گئے؟

☆ **علامہ صاحب:** خود تو براہِ راست جانے کا موقع اللہ نے نہیں دیا۔ البتہ تحریکِ نظام مصطفیٰ کے دوران علامہ سید عبدالرحمٰن شاہ سلطان پوری علیہ الرحمہ کے خدمت گار کے طور پر ان کے ہمراہ اٹک جیل میں ایک رات گزاری۔ دوسرے ہی دن انہیں بھی رہا کر دیا گیا تھا۔

۞ دلیل راہ: آپ نے جماعت اہل سنت، جمعیت علماءِ پاکستان اور اسلاف کے مختلف ادوار دیکھے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کیوں بکھر گئی؟ اسکے اتحاد میں کیا رکاوٹیں ہیں؟ اور کون سی ایسی شخصیات ہیں جو اگر اکٹھی ہو کر چلیں تو اہل سنت کا مستقبل تابناک نظر آتا ہے۔

☆ **علامہ صاحب:** دراصل جماعت اہل سنت کے پاس قیادت کا فقدان جڑ پکڑ گیا ہے۔ اکابرین کے انتقال کے بعد ہر بندہ خود کو لیڈر سمجھنے لگا ہے اور یہ چھوٹے لیڈر اب پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں کیونکہ یہ اگر پیچھے ہٹ جائیں تو بقول ان کے ان کی اپنی حیثیت ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ بڑوں کو اکٹھا ہونے ہی نہیں دیتے۔ پہلے بزرگوں نے دین کی اہمیت قائم رکھی۔ وہ زبان سے گفتگو کرتے اور نظر سے باطن کی صفائی کرتے تھے مگر اب اغیار نے اپنا مذہب بیچ کر اقتدار کی سیڑھی پر قدم رکھ دیا ہے۔ بزرگوں کی نسلیں آپس میں متحد نہیں۔ جس کا فائدہ اغیار کھلم کھلا لے رہے ہیں۔ جو لوگ فیضان نظر اور علم و عمل تقسیم کرنے والے ہیں۔ ان کی قدر اگر اہل سنت نے نہ کی۔ تو پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس وقت جس طرح علامہ سید ریاض حسین شاہ جماعت کا کام کر رہے ہیں، شاہ تراب الحق قادری سرگرم ہیں اگر سب لوگ اسی انداز سے انا پرستی کو چھوڑ کر آگے بڑھیں اور مسلک کی ترویج و اشاعت مشترکہ طور پر کریں تو اب بھی کایا پلٹ سکتی ہے۔

۞ دلیل راہ: اہل سنت کیا کریں، میڈیا بھی تو ان کو اتنی اہمیت نہیں دیتا؟

☆ **علامہ صاحب:** دیکھیں جی! میڈیا کیا کرے۔ جب ہماری اپنی صفوں میں ہی اتحاد نہیں تو میڈیا پر کیا گلہ کریں؟ میڈیا شخصیات کو دیکھتا ہے اور ہم شخصیات کو ماننے کی بجائے اپنا آپ منوانے پر تلے بیٹھے ہیں۔ جب ہم اتحاد کا مظاہرہ کریں گے تو میڈیا بھی اپنا رخ بدلنے پر مجبور ہوگا۔

۞ دلیل راہ: کیا اہل سنت کے اپنے اخبارات نہیں نکل سکتے؟ اور کون سے رسائل آپ کی نظر میں مسلک کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں؟

☆ **علامہ صاحب:** جہاں تک رسائل کی بات ہے تو اہل سنت و جماعت کے لاتعداد رسائل اس وقت منظر عام پر ہیں۔ تاہم ماہنامہ دلیل راہ انٹرنیشنل لیول پر اس وقت نمایاں کردار ادا کر رہا ہے، جس کی وجہ علامہ سید ریاض حسین شاہ کی ذاتی دلچسپی ہے کہ وہ ہر ہر پہلو پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماہنامہ جلالیہ بھکھی شریف اور ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کا کردار نمایاں ہے۔ البتہ اخبارات کے حوالے سے ہم مسائل کا شکار ہیں، وسائل کم ہیں اور مسائل زیادہ ہیں۔ مخیّر اور صاحب ثروت افراد اگر آگے بڑھیں، علماءِ کرام ان کی سرپرستی کریں، باقاعدہ پالیسی طے ہو، تو اخبار کیوں نہیں چل سکتا۔ صرف اس طرف دلچسپی کوئی نہیں لیتا۔

۞ دلیل راہ: زندگی کی کوئی خوشگوار یادیں؟ دوبارہ وہ وقت لوٹ آنے کی خواہش؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆ **علامہ صاحب:** جی ہاں، روضۂ رسول اللہ ﷺ پر حاضری کے وقت جو کیفیات میسر آئیں۔ وہ زندگی کا سرمایہ ہیں اور یہی خواہش ہے کہ دوبارہ یہ لمحات نصیب ہو جائیں۔

۞ دلیل راہ: اہل سنت و جماعت کے نام کوئی پیغام؟

☆ **علامہ صاحب:** یہی کہنا چاہوں گا کہ اپنی اپنی دھڑے بندیاں چھوڑ کر صرف اللہ کی رضا کی خاطر متحد ہو جائیں۔ جماعت اہل سنت واحد سنیوں کی مشترکہ نمائندہ تنظیم ہے۔ اس میں شامل ہو کر آگے آئیں اور جس طرح علامہ سید ریاض حسین شاہ روحانی و فکری بنیادوں پر تربیت کر رہے ہیں، دن رات ایک کر کے اپنے خرچ پر جماعت کو چلا رہے ہیں، اس جذبے سے کام کریں تو مایوسی کے بادل چھٹ جائیں گے۔ اہل سنت %80 سے زائد ہو کر بھی اقلیت ہیں۔ اپنی اپنی اقلیتوں کو جمع کر کے اکثریت میں بدلیں۔

۞ دلیل راہ: ماہنامہ دلیل راہ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنا اتنا قیمتی وقت ہمیں عنایت فرمایا اور محبتوں اور شفقتوں بھری گفتگو سے نوازا۔

☆ **علامہ صاحب:** میں بھی ایک مرتبہ پھر آپ کا مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں آپ کو جزائے خیر عطا کرے اور ماہنامہ دلیل راہ کو مزید بلندیاں عطا کرے۔

☆☆☆

بر تلاش خود چہ می نازو کہ رہ سوئے تو برد

حافظ شیخ محمد قاسم

سچائی، بھلائی اور خیر کی تلاش انسان کی فطرت ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسانی منزل ہے۔ طلب خود انسان کو سائل بنا دیتی ہے۔ میں بلاشبہ بہت چھوٹا انسان ہوں اور یہ کہنا میرے لئے مشکل ہے کہ جستجو اور دریافت کبھی میری منزل رہی۔ میری کہانی تو یہ ہے کہ شاہ جی نے جن دنوں عزیز آباد میں مسلم پبلک اکیڈمی بنائی اور اس میں دور دراز سے آنے والے طلبہ کے لئے دارالاقامہ بنایا گیا۔ والد گرامی نے تعلیم و تربیت کے لئے مجھے سرسید سکول سے نکال کر مسلم پبلک اکیڈمی میں ڈال دیا۔ سکول میں تحفیظ القرآن کے شعبے میں مجھے پہلا طالب علم بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ میری بدقسمتی کہ مغل آباد کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا تو صوفی الفت نامی ایک شخص ملا۔ اس نے علماء، صوفیاء اور قرآء کے خلاف میرے ذہن میں نفرت بھرنے کی کوشش کی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض جدت گزیدہ لوگ دین دار لوگوں کی مخالفت کرنا فیشن سمجھتے ہیں۔ صوفی الفت کی بولی ٹھولی تو مجھے متاثر نہ کر سکی البتہ وہاں کا رہائشی ایک لڑکا روزانہ وسوسہ زنی کرتا اور مجھے سمجھاتا کہ قرآن حفظ کر کے کیا کرو گے؟ قرآن حکیم کی تحفیظ تو میرا مقدر تھا اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور میری تعلیم جاری رہی، البتہ اتنا ضرور ہوا کہ میں تنہائی کے ہاتھوں مضروب ہو گیا اور لگتا جیسے میں دارالاقامہ میں ایک قیدی ہوں، جسے بطور سزا تنہائی کی قید سنا دی گئی ہے۔ اس دور میں واقعی میری شامیں اور میری صبحیں افسردگی کے بوجھ تلے دب گئیں۔ اب میرے لئے وابستگی کا سامان صرف اتنا تھا کہ شام مغرب کی نماز کے بعد شاہ جی جب محبوب سبحانی کے گھر تشریف لاتے وہاں سید فرحت عباس، ڈاکٹر ضیاء، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، ڈاکٹر طارق، نبی بخش لودھی، صادق توکلی، ڈاکٹر اظہر نعیم جمع ہوتے اور خوب محفل جمتی۔ میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے دور دور ہی سے دیکھتا رہتا اور محبوب سبحانی کے بھائی ارشد کے ساتھ کھیل ہی میں محو رہتا، جب کبھی گیند اچھل کر محفل کے درمیان جا گرتی اور شاہ جی فوراً اپنے آپ کو دائرہ احباب سے نکال لیتے اور گیند اٹھا کر مجھے پکڑا دیتے اور میرے ساتھ اتنا پیار بخشتے کہ آہستہ آہستہ میری دلچسپی کھیلنے سے زیادہ شاہ جی سے وابستہ ہو گئی اور شاہ جی جب اٹھ کر چلے جاتے تو رات کی تہ در تہ ظلمتوں میں جیسے شاہ جی چاندنی کی طرح میرے ساتھ رہتے ہوں۔ اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ گیند اٹھا کر تھمانے والے شاہ جی زندگی کے عمیق اور بے کنار سمندر میں میری کشتی کے ملاح بن جائیں گے۔

شاہ جی کا کوئی عقیدت مند میرے سر پر لٹھ نہ دے مارے۔ میرے لیے وہ دن بہت بار آفرین ثابت ہوا تھا جب شام کے وقت ٹافیاں، مٹھائی، گلاب جامن اور رس ملائی کھلانے والے شاہ جی مجھے 22 نمبر چونگی کی مرکزی جامع مسجد میں ساتھ لے گئے، وہاں جو میں نے دیکھا خطبہ، تقریر، امامت اور بعد ازاں دست بوسی۔ شاہ جی کی زندگی کا یہ پہلو کم از کم ابھی تک میری آنکھوں سے اوجھل تھا اور یہ لفظ میں ذرا مشکل میں الجھ کر لکھ رہا ہوں کہ اس دن شاہ جی مجھے اچھے نہیں لگے تھے اس لئے کہ میں سمجھتا تھا شاید شاہ جی مجھے ہی اچھے لگتے ہیں۔ کل کی طرح آج بھی میں اس غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار ہوں لیکن صحیح بات اس وقت بھی یہی تھی اور آج بھی یہی ہے کہ شاہ جی کسی ایک فرد کی متاع نہیں بلکہ سرمایہ انسانیت ہیں۔

ایک رات میں مسلم پبلک اکیڈمی کے چھوٹے سے دارالاقامہ میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ وارڈن تشریف لائے اور فرمایا گرمی زیادہ ہے لہٰذا عقبی دروازے سے مکان کی چھت پر چڑھ جائیں اور اوپر ہی سو جائیں۔ ارشد، میں اور ایک لڑکا غالباً اس کا نام شاہد تھا تینوں اپنی اپنی چارپائیوں پر سو رہے تھے کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی، میں نے دیکھا کھلے آسمان پر چاند روشن ہے اور ستارے جیسے آپس میں کھیل رہے ہوں۔ مجھے پوری دنیا سپرنگ کی طرح گھومتی ہوئی محسوس ہوئی اور فضا میں لگا جیسے پرندوں کا چہچہانا رس گھول رہا ہو، میں نے ارشد اور شاہد کو دیکھا وہ بے سدھ سو رہے تھے بلکہ میں یہ کہوں تو بے جا نہیں جیسے وہ ادھ موئے پڑے تھے۔ دل میں کچھ خوف سا بھی پیدا ہوا، لیکن فوراً آسمان کے ایک ستارے نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کرا دی، دیکھا کہ وہ تنہا اور مسلسل باقی ستاروں سے زیادہ روشنی دے رہا ہے۔ اچانک سرکی جانب جیسے پاؤں کی چاپ سنائی دی اور میں نے چادر تان لی، دل میں سوچا مجھے میرے والد صاحب نے کہاں لا چھوڑا ہے۔ پریشان خیالی صراط مستقیم سے بھٹکانے لگی تو مجھے شاہ جی کی آواز آئی قاسم بیٹے! کیوں نیند نہیں آ رہی؟ جھٹ سے میں اٹھ بیٹھا اور شاہ جی محبوب سبحانی کے ساتھ میری چارپائی پر آ بیٹھے اور پھر چاند کو دیکھ کر شاہ جی نے شعر و سخن میں روحانی مضراب کی تاروں پر محبت الٰہیہ کے نغمے چھیڑ دیئے، بعد ازاں جائے نماز منگوائی اور چند نفل پڑھنے کے بعد مجھے کہا قاسم بیٹا کوئی نعت تو سناؤ اور پھر مستقل میری رہائی کا اعلان ان الفاظ میں کیا۔

"محبوب سبحانی! ایک بچے کی تربیت کے لئے از حد ضروری ہے کہ اس کا دماغ اور دل اوہام، پریشان افکار، الجھنوں اور دکھ دینے والے خیالات سے آزاد ہو۔ قاسم کو حاجی صاحب نے ہوسٹل میں ڈال دیا ہے لیکن اس کا چہرہ بتاتا ہے کہ یہ تنہائی کا شکار ہے۔ ذہنی الاؤ کی اس تپش میں یہ بچہ کیسے پڑھے گا۔ حضور ﷺ تو بچوں کو نماز میں بھی خود سے جدا نہیں فرماتے تھے۔ بہتر یہی ہے کہ یا تو ہوسٹل میں بچوں کی تعداد بڑھاؤ یا پھر قاسم کو گھر چھوڑ آؤ، یہ گھر سے آیا جایا کرے، تعلیم ضروری ہے لیکن تربیت اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔"

شاہ جی نے فیصلہ کردیا کہ تعلیم کے دوران گھر سے آیا جایا کروں۔ دارالاقامہ کو چھوڑنے کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ مجھے ''حفظ القرآن'' کی جنت چھوڑنی تھی فرق صرف اتنا پڑا کہ مجھے ''ایمز'' میں خیابان سرسید رپورٹ کرنے کو کہا گیا۔

ایمز شاہ جی کی سرپرستی میں چلنے والا عظیم سکول اور کالج ہے، جہاں سے سینکڑوں حفاظ اور علمائے کرام فارغ ہوکر قوم اور ملت کی خدمت پر مامور ہیں۔ خیابان سرسید میں ایمز کا طالب علم بننے کے بعد مجھے ایک اور اعزاز ملا کہ شاہ جی کے صاحبزادگان سید فیصل ریاض اور سید نعمان ریاض اور آپ کا بھتیجا سید افتخار ہم سب اکٹھے ہوگئے اور بالکل اوائل عمر میں شاہ جی کے ساتھ میرا رشتہ مستحکم ہوگیا اور ہم سب بلا واسطہ شاہ جی کی زیرنظر رہنے لگ گئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے چھوٹے ہونے کی وجہ سے محفل اپنے در پر دستک دینے سے مانع رہتی لیکن پھر بھی شاہ جی کی زیارت صبح شام اور دوپہر بلکہ ہر وقت ممکن رہتی تھی۔ ایمز کے پرنسپل سید مظہر سجاد گیلانی تھے جنہیں بلاشبہ ایمز کا باوا آدم کہا جا سکتا ہے۔ وہ کبھی کبھی چھٹی کے وقت ہم سب سے پوچھ لیتے کہ آج سب سے زیادہ کس بچے نے شاہ صاحب سے ہاتھ ملایا ہے۔ ہم سب ہارنے والوں میں ہوتے۔ شیخ احمد اور شیخ شیراز جیتنے والے طلبا میں ہوتے۔ عشاء کی نماز کے بعد ایمز کے لان میں ہلکی پھلکی محفل ادب سجتی اور اس کی خاصیت یہ ہوتی کہ شاہ جی خود اس محفل میں گفتگو فرماتے۔ ایک مرتبہ اسی محفل میں دنیائے ادب کے مایہ ناز استاد پروفیسر رحیم بخش شاہین تشریف فرما ہوئے، ہم نے شاہ جی کو اپنے استاد کے سامنے پیکر ادب بلکہ کشتہ ادب بنا ہوا دیکھا، لگا جیسے شاہ جی کے منہ میں زبان ہی نہیں۔

سنیئے تو پروفیسر رحیم بخش شاہین نے ہمارے شاہ جی کے بارے میں کیا فرمایا۔ اس عمر میں سخن فہمی ہمارے لئے مشکل تھی، شاہین صاحب کی باتیں ''ٹیپ'' سے محفوظ کر کے نذرِ قارئین کی جارہی ہیں:

''عزیز طلبہ! مجھے اس نورنگر میں پھولوں کی طرح مہکتی محفل کے اندر آپ کے شاہ جی اور اپنے شاہ جی کی معیت میں کچھ کہنا اچھا سا لگ رہا ہے سید صاحب کالج میں میرے ''سٹوڈنٹ'' رہے اگرچہ طلبہ یونین کے یہ صدر بھی رہے لیکن ان کے رہنے سہنے سے مجھے اچھی طرح پتہ چل گیا تھا کہ یہ لڑکا مستقبل میں عظیم انسان بن جائے گا چنانچہ درس نظامی کے عظیم اساتذہ سے جس وقت ریاض صاحب مستفید ہو رہے تھے میری زیرنگرانی لکھنے کی مشق کرتے تھے۔ میری بعض تحریروں پر شاہ جی نے بے لاگ تبصرہ بلکہ تنقید کی اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے بلاشبہ ان کی تحریروں میں ''شذرہ قراضی'' کی لیکن میرا یقین تھا کہ شاہ جی لکھتے رہے تو آئندہ کسی وقت یہ چوٹی کے قلم کار ہوں گے اور میرا جرم بھی معاف ہوجائے گا۔ اقبال، عبدالقدوس ہاشمی اور اپنے استاد عارف سیالکوٹی اور چند دوسرے علماء کے بعد علامہ، میں نے صرف ریاض صاحب کے لئے لکھا ہے ہاں میں کل کی طرح آج بھی ان سے یہی کہوں گا کہ طبیعت سے تصلب اور یک فرقہ خواہی نکال دیں تو ان کے گلہائے ادب میں مزید شگفتگی پیدا ہوجائے گی۔''

پروفیسر رحیم بخش شاہین تشریف لے گئے اور شاہ جی نے فرمایا میں جو کچھ بھی ہوں اللہ کے فضل، حضور ﷺ کی نظر، پیرو مرشد کی توجہ اور ماں باپ کی دعا سے ہوں۔ میرے تمام استاد قابل قدر ہیں لیکن میرے اندر لکھنے کی شدھ بدھ شاہین صاحب ہی کی محنت کا نتیجہ ہے اس موقع پر شاہ جی نے انکشاف کیا۔ معروف ڈرامہ نگار ڈاکٹر محمد اسلم قریشی بھی میرے استاد ہیں اور مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ ڈرامے کا تاریخی اور تنقیدی پس منظر میں نے من وعن اپنے قلم سے فئر کیا۔ شاہ جی نے فرمایا ایک مرتبہ ڈاکٹر شاہین کی وجہ سے انہوں نے سیالکوٹ میں ایک محفل مشاعرہ میں شرکت کی۔ عارف سیالکوٹی، رحمان کیانی، سید ضمیر جعفری، سید عبدالحمید عدم اور قتیل شفائی اکابر شعراء شریک محفل تھے۔ مجھے شاہین صاحب نے غزل پڑھنے کا حکم دیا۔ مشق، ریاضت اور شعروں میں ابھار نہ ہونے کی بنا پر یا اکابر کی موجودگی کی وجہ سے گریزاں ہوا۔ اس میں شک نہیں بزم میں اہل نظر بھی تھے، تماشائی بھی، سید عبدالحمید عدم چونکہ میرے ماموں سید معصوم شاہ گردیزی کے استاد تھے اور ماموں سید مقصود شاہ ان سے دامادی کا رشتہ بھی رکھتے تھے اس لئے ان کی نصیحت کام آئی ''گونگے نہ بنو بولو اور کہو اور لکھو بھی'' اس طرح گاڑی چل گئی اور چھوٹا سا شاعر بن گیا لیکن پیرو مرشد نے پابندی لگادی اس لئے شاعری سے نثر نگاری کی طرف ہجرت کرلی۔

شاہ جی اب شاعر نہیں لیکن کبھی کبھی ان کی آنکھوں میں کوئی بال بکھرا شاعر دیکھا جا سکتا ہے۔ لطیف لمحوں کی دہلیز پر شاہ جی صوفی اور شاعر ہونے کی درمیانی حالت میں سوہنڑے بڑے لگتے ہیں، اگر ہواؤں اور فضاؤں میں اس ماحول کی خوشبو بکھر جائے تو پھر شاہ جی کے ڈیرے پر شاعروں اور محبت کرنے والوں کا ہجوم دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک خوبصورت سہ پہر میں ایمز کے لان میں شاہ جی کے ساتھ میں نے کرسیوں پر چار بابے بیٹھے دیکھے پوچھا تو پتہ چلا حافظ لدھیانوی، حفیظ تائب، ڈاکٹر ریاض مجید اور ان تینوں نعت گو شعراء کی نعتیں پڑھنے والا ثناء اللہ بٹ بیٹھا ہے۔ دھوپ برستے ماحول میں آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات میں یہ لوگ اتنے اچھے لگے کہ ہم بھی دردمندوں کی محفل کا حصہ بن گئے، میں کسی محفل میں جب بھی تائب اور حافظ کی

WWW.NAFSEISLAM.COM

نعتیں سنتا ہوں تو شاہ جی کی محفل میں وہ سہانا وقت یاد آ جاتا ہے جب روبرو تائب سے حضور ﷺ کی نعت سنی تھی اور حافظ کو روتے دیکھا تھا اور حافظ سے نعت سنی تھی تو شاہ جی، تائب اور ریاض مجید کو روتے دیکھا۔ عشق کے بیماروں کی محفل میں رہنا بڑی بات ہے، دعا ہے شاہ جی کے قدم نصیب رہیں اور محبتوں کے رنگ برستے رہیں۔

رب راکھا

☆☆☆

فضائلِ شعبان

سید ریاض حسین شاہ

اے رب کائنات! ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ تو وحدہ لاشریک ہے۔ باغوں میں کھلے ہوئے پھولوں کا حسنِ دلفریب، دریاؤں کی روانی، آسمانوں کی وسعتیں، لیل ونہار کا بدلنا تیرے خالق ہونے پر دال ہے۔ تیری کن کن نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے۔ تو اپنی مخلوق پر کس قدر مہربان ہے۔ تو ان کی تربیت صحیحہ کی خاطر کیسے کیسے سامان مہیا کرتا ہے۔ اے رب جلیل! تیری تعریف میں صبح وشام عندلیبانِ چمن کے نغموں سے فضا معمور رہتی ہے۔ بے شمار فرشتے ہروقت تیرے حضور سربسجود رہتے ہیں۔ کوہ ودمن سے سبحان تیری قدرت کی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں۔ لیکن تیری تعریف کا حق پھر بھی ادا نہیں ہوتا۔ ہو بھی کیسے؟ جہان کے سمندر سیاہی بن جائیں۔ یہ خشک ہوسکتے ہیں لیکن تیری تعریف کا حق ادا نہیں ہوسکتا ہے۔ اے رب علیم وخبیر تو دلوں کی جاننے والا ہے۔ اپنے عاجز بندے کی طرف سے اپنی تعریف وثناء میں یہ حقیر سا ہدیہ قبول فرما۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اے اللہ! تیرے بعد تیرے حبیب ﷺ کی شان ہے۔ ہم تیری ہی توفیق سے تیرے حبیب ﷺ کے حضور التجا کرتے ہیں۔ اے آقا! کروڑوں درود ہوں آپ پر کہ آپ کے بحرِ عظمت میں بھی تو لاکھوں باکمال غواص غوطہ زن ہوئے لیکن اس بحرِ بے پایاں کا کنارہ نظر نہ آیا۔ تھک ہار کر آخر یہی کہنا پڑا۔

''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اے امت کے سہارے! ان رحمتوں سے ہمارا بھی حصہ ہو جائے جو دن رات تیرے قبہ انور پر برستی رہتی ہیں۔

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ

قارئین! اپنے خالق کی نعمتوں کو دیکھو! اس نے کھانے پینے کے لئے دیا، پہننے کا بندوبست کیا۔ ہماری سہولت کے لئے دریاؤں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا۔ ہمیں شعور بخشا تاکہ ہم مسائل زیست کو خوش اسلوبی سے حل کرسکیں۔ اگر وہ ہماری ایک آنکھ لے لیتا، ہمیں لنگڑا بنا کر دیتا، تو ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ قطعاً نہیں، ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہنا چاہیے۔

ستم ظریفی تو یہ کہ بجائے اللہ کو یاد کرنے کے لہو ولعب میں پڑے ہوئے ہیں۔ احکام خداوندی پر عمل تو ایک جانب آج ہم کھلم کھلا اسلام کی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اپنے معاشرے میں نظر دوڑائیے آج ہم میں کون سا عیب نہیں۔ کیا آج شراب نہیں پی جاتی؟ کیا رقص وسرود کی محفلیں منعقد نہیں ہوتیں؟ کیا آج سود کی دکانیں بند ہو چکی ہیں؟ کیا آج ہم ناموسِ مصطفی ﷺ کو داغدار کرنے کی کوشش نہیں کر رہے؟ سوچیے! ضرور سوچیے! خدارا سوچیے!!! اپنے گریبان میں جھانک کر فیصلہ کیجئے کہ کہاں تک اللہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کیا آج ہم خدائی گرفت کے قابل نہیں؟ ہم عذاب الٰہی کے مستحق نہیں؟ جواب نفی میں نہیں، اثبات میں ملے گا۔ قطع نظر اپنے اعمال کے اللہ تعالیٰ تو بڑا رحمان ہے۔ غفور الرحیم ہے۔ ہر وقت اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اگر آج ہم خلوص نیت سے عہد کرلیں کہ غیبت، شراب نوشی، شرک، لواطت، زنا، سود خوری جیسی حرکات قبیح سے بچتے رہیں گے۔ ہم کتمان حق کی طرف نہیں جائیں گے۔ عیاشی، ظلم وتکبر ہمارا شیوہ نہ ہوگا۔ ہماری عبادتوں میں ریاکاری اور خودنمائی کارفرما نہ ہوگی۔ ہماری بہنیں ناچ ورنگ، فحش گانوں اور شوہروں کی نافرمانی سے بچتی رہیں گی۔ تو آپ دیکھئے جہاں اللہ تعالیٰ ہم پر سکون واطمینان اتارے گا۔ وہاں ہم میں ایک بار پھر وہ جذبہ عود آئے گا۔ جس سے ہم دینِ محمدی ﷺ کو تمام ادیان پر غالب کرسکیں گے۔ عدل وانصاف کے پرچم گاڑے جائیں گے۔ اخوت ومساوات کا دور دورہ ہوگا۔

قرآنی رو سے اگر انسان کی تخلیق کا مقصد جانا جائے تو صرف اللہ کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''نہیں پیدا کیا میں نے انسان کو مگر اپنی عبادت کے لئے''۔

انسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے۔ کماحقہ اس کی عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس سے اس معاملہ میں اکثر کوتاہی ہوتی رہتی ہے۔ رغبت ہمیشہ گناہ کی طرف رہتی ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو دعوے سے کہہ سکے کہ میں اللہ کے حقوق پورے کرتا ہوں، لیکن اس کے مقابلے میں رحمت خداوندی بہت وسیع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر ابواب رحمت کھولنے کی خاطر مختلف مواقع فراہم کرتا ہے۔ جن کی برکت کے طفیل گنہگار انسان اپنے قلب کو گناہ کی آلودگیوں سے پاک کرسکتا ہے۔ مثلاً جمعہ شریف میں ایک ساعت، لیل البرأت، لیل القدر، شب معراج، لیل العرفہ وغیرہ۔

اب ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان ساعتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ جہاں تک ہوسکے ان ایام میں گڑگڑا کر رب کائنات سے مغفرت

طلب کریں چونکہ ان صفحات میں صرف شعبان کے فضائل مطلوب ہیں۔اس لئے دوسرے بابرکت ایام کے لئے صرف اشارہ ہی کافی ہے۔

شعبان کی فضیلت:

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں اختیار کیں اور پھران میں ایک کو چُن لیا۔ملائکہ میں جبرائیل کو دیگر فرشتوں پر فضیلت دی،انبیاء میں موسیٰ علیہ السلام،ابراہیم علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام اور حضور محمد مصطفی ﷺ کو چن کر محمد ﷺ کو سب پر فضیلت دی،خلفاء میں صدیق اکبر ؓ کو بلند مقام بخشا،مساجد میں مسجد حرام،مسجد اقصیٰ،مسجد نبوی اور مسجد سینا کو چن کر مسجد حرام کو فضیلت دی۔اسی طرح مہینوں میں چار ماہ چن لئے۔رجب، شعبان،رمضان،محرم اور ان میں شعبان کو چن لیا۔۔۔۔‘‘

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ شعبان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

’’شعبان کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہینہ قرار دیا،چونکہ حضور ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لئے رب قدیر نے آپ ﷺ کے مہینہ کو بھی افضل بنا دیا اس ماہ کو کریم الطرفین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی رجب شریف کا مقدس مہینہ ہے اور بعد میں بھی رمضان المبارک کا بابرکت ماہ جس میں اللہ کی بے بہار حمتوں کا نزول ہوتا ہے---------‘‘

شب برأت کے فضائل میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ’’ماثبت بالسنته‘‘ میں حضرت انس ؓ سے ایک روایت نقل کی:

’’اس مہینے کا نام شعبان اس لئے رکھا گیا ہے کہ روزہ دار (نفلی روزہ رکھنے والا) کی نیکیوں کے ثواب میں درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے،یعنی جو شخص اس مقدس ماہ میں نفلی روزے رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے‘‘۔

لفظ شعبان پر غوث صمدانی محبوب لامکانی،پیر پیراں میر میاں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں بڑی پیاری بحث کی۔ آپ فرماتے ہیں:

شعبان خمس حرف شین وعین وباء والف ونون. فالشین من الشرف والعین من العلو والباء من البر والالف من الالفته والنون من النور فهذه العطايا من الله تعالیٰ للعبد فی هذه الشهرة

’’شعبان کے پانچ حروف ہیں۔ش،ع،ب،ا،ن۔پس ش شرف سے ہے۔ع علو سے،ب بر سے،الف الفت سے اور ن نور سے۔پس یہ عطا ہے بندے کے لئے اللہ کی طرف سے اس ماہ میں۔‘‘

یعنی شعبان کا مہینہ جب آتا ہے تو اپنے ساتھ شرافت،بلندی،نیکی،محبت اور اللہ کا نور لے کر آتا ہے اگر کوئی شخص خلوص نیت سے اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اس ماہ کی فضیلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما کر روحانی طور پر اس کے درجات بلند فرمائے گا۔صرف یہی نہیں بلکہ اسے اللہ کے نور کی وہ دولت میسر آتی ہے جو اصل میں فقراء کی روحانی غذا ہے۔

شعبان عبادت کا مہینہ:

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اس ماہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ:’’یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے تمام دروازے کھول دیتا ہے۔گناہگاروں کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور بدیوں کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے۔اس لئے اس مقدس ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہئے ، کیونکہ زمانہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ماضی،حال،مستقبل۔ماضی عبرت کا زمانہ ہوتا ہے اور حال عمل کا اور آنے والا زمانہ امید کا دن ہوتا ہے۔لہذا مسلمانوں کو ان تینوں مہینوں رجب،شعبان،رمضان کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور شعبان کے مہینے میں عبادت بہت زیادہ کرنی چاہئے کیونکہ رجب گزر چکا ہوتا ہے اور رمضان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم اس میں زندہ رہو گے یا قادر مطلق سے جا ملو گے۔اس لئے اس مہینے کو غنیمت جان کر اس میں خوب گڑ گڑا کر رب قدیر سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے‘‘۔

شعبان میں روزے رکھنا:

یہ ایک ایسا ماہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کان یصوم شعبان کله وکان یصوم شعبان الاقلیلا (مشکوٰۃ شریف)

’’یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان شریف میں یا تو سارا ماہ ہی روزے رکھتے تھے یا زیادہ رکھتے اور کم چھوڑ دیتے تھے۔ایک اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ماراًیت النبی صلی اللہ علیه وسلم یصوم شهرین متابعین الاشعبان و رمضان (مشکوٰۃ شریف ۱۷۴)

''شعبان اور رمضان کے علاوہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پے در پے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا''

یعنی نبی اکرم ﷺ کو شعبان میں پے در پے روزے رکھتے ہوئے دیکھا'' پے در پے روزے رکھتے ہوئے یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اکثر شعبان میں روزہ دار پاتی ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) انه شهر ینسخ الملک الموت فیه اسم من بغیض روحه فی بقیة العام فانا احب ان لا ینسخ اسمی الا و انا صائم

''یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ ملک الموت کے لئے لکھا جاتا ہے اس شخص کا نام جس کی روح باقی سال میں قبض ہونا ہوتی ہے پس میں پسند کرتا ہوں جب میرا نام لکھا جائے تو میں روزہ دار ہوں''۔

حاصل مدعا یہ ہے کہ اس ماہ میں لوگوں کو موت وحیات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ باعث عبرت ہے اس میں خوب خدا کو یاد کرنا چاہیئے۔ جہاں تک شعبان کے روزوں کا تعلق ہے تو ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ اس ماہ کے پہلے پندرہ دنوں میں روزے رکھ لیا کریں اور آخری پندرہ دن افطار میں گزاریں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا اذا انتصف شعبان فلا تصوم (مشکوٰۃ شریف) جب نصف شعبان گزر جائے تو روزے نہ رکھو۔

اگر چہ لگا تار روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں حضور ﷺ کا قول صرف اسی وجہ سے ہے کہ کہیں مسلمان شعبان میں لگا تار روزے رکھ کر اتنے کمزور نہ پڑ جائیں کہ رمضان کے فرض روزے ان سے رہ جائیں۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ رمضان شریف سے دو چار دن قبل روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ بعض بزرگوں کے نزدیک تو شعبان کے پورے روزے رکھنے میں قباحت ہے کیونکہ رمضان سے مشابہت ہوتی ہے۔ بہر حال شعبان شریف میں روزے رکھنے کی بہت فضیلت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ شعبان شریف میں روزے رکھیں تا کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہو سکیں اور بدیوں کا کفارہ بن جائے۔

نسائی کی ایک اور حدیث شریف ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

''شعبان ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں اللہ کے حضور لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں جب میرے اعمال پیش کئے جائیں تو میں روزہ دار ہوں''۔

احادیث مختلفہ سے شعبان کی جو خصوصیات ملتی ہیں انہیں نمبر وار لکھا جاتا ہے۔

۱۔ شعبان عمل کا مہینہ ہے۔

۲۔ شعبان محبت کا مہینہ ہے۔

۳۔ شعبان خدمت کا مہینہ ہے۔

۴۔ شعبان کوشش کا مہینہ ہے۔

۵۔ شعبان بدی کو دور کر دینے والا مہینہ ہے۔

۶۔ اس میں لوگوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔

۷۔ شعبان عبادت کرنے کا مہینہ ہے۔

۸۔ لوگوں کی روزی کا حساب ہوتا ہے۔

۹۔ موت وحیات کے فیصلے ہوتے ہیں۔

ذوالنون مصری نے فرمایا رجب کھیتی کا مہینہ ہے اور شعبان اس کو پانی پلانے کا۔ بعضوں نے کہا کہ سال ایک درخت ہے اور رجب اس کے پتے ہیں اور شعبان کے دن اس کا پھل ہے اور رمضان اس کا میوہ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ اصحاب النبی ﷺ ہلال شعبان دیکھتے تو قرآن شریف کو پڑھنا لازم کر لیتے تھے۔

ان احادیث سے شعبان کی فضیلت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ شعبان کی فضیلت پر اور بھی بے شمار حدیثیں ملتی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور شب برأت جو اس ماہ کے نصف میں آتی ہے اس کے فضائل بیان کرنے کی سعی کرنے لگا ہوں۔ یوں تو

اللہ تعالیٰ نے ہر رات میں ایک ایسی ساعت رکھی ہے جس میں وہ پکارتا ہے کہ ہے کوئی بخشوانے والا؟ ہے کوئی میری طرف رجوع کرنے والا کہ میں اس کے گناہ معاف کروں؟ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات کے تیسرے حصہ میں تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ وقت اللہ سے نہایت قربت کا ہوتا ہے، لیکن سال میں کچھ ایسی راتیں بھی ہیں جن میں رحمتِ خداوندی کا نزول بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان راتوں کی تعداد چار بتائی گئی ہے۔

۱۔ عیدالضحٰی کی شب
۲۔ عیدالفطر کی شب
۳۔ شعبان کی پندرھویں شب
۴۔ عرفہ کی شب

اس کے علاوہ یہ راتیں بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں جمعہ کی شب اور لیلۃ القدر یعنی رمضان کے آخری عشرہ کی ایک شب جس کو مختلف طریقوں سے روایت کیا گیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اس رات کے مندرجہ ذیل انعام بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ لیلۃ البرأت

یعنی دوزخ سے بری کردینے والی رات۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسے اس لئے لیلۃ البرأت کہا جاتا ہے کہ اس میں دو برأتیں ہیں ایک بدبختوں کے لئے اور ایک خدا کے دوستوں کے لئے۔

۲۔ لیلۃ المبارکہ

برکت والی رات۔ یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی بے بہا رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنے بسترِ مبارک پر نہ پایا، تلاش کے لئے نکلی تو آپ بقیع (قبرستانِ مدینہ) میں تھے۔ جب نبی پاک ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ کہ تجھے ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر زیادتی کرے گا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے گمان کیا کہ شاید آپ ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں تب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ آج شعبان کی پندرھویں ہے۔ اس رات رب کائنات اتنے گناہگاروں کو جہنم سے نجات دیتا ہے جتنے قبیلہ قلب کے بکریوں کے بال ہیں۔ (مفہوم حدیث) اس رات سال میں تمام پیدا ہونے والوں اور مرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں، اعمال کے اٹھانے کا دن بھی یہی ہے۔ اس لئے اے دوست! سستی اور کاہلی سے کام نہ لینا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تیرا نام اس سال کے مرنے والوں میں ہو۔ توبہ کا کوئی وقت ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے۔ یہ رات تو وہ رات ہے کہ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں "جب یہ رات آتی ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ ہے کوئی بخشش کا طلب گار؟ ہے کوئی سوال کرنے والا؟ کہ میں اس کا سوال پورا کروں"

بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ دخان کی اس آیت کریمہ فیھا یفرق کل امر کیم امرا من عندنا میں بھی شب برأت ہی کا تذکرہ ہے۔

رات کا قیام دن کا روزہ

حضور ﷺ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں تاریخ کو رات کو قیام کرو، اور دن کو روزہ رکھو۔ (ابن مسلم)

جو شخص پندرھویں کو روزہ رکھتا ہے آسمان سے ایک فرشتہ اسے پکارتا ہے اے فلاں تجھے مبارک ہو خدا نے تیرے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں (مقصود القاصدین)

شعبان میں پڑھی جانے والی نفلی نمازیں اور ان کا ثواب

جس شخص نے شعبان کی پہلی رات کو بارہ رکعتیں اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۲۵ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی اس کے لئے بارہ سالوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور پیدائش کے دن کی طرح سارے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ جس نے شعبان کے جمعہ کی رات کو دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ہر مرتبہ سورۃ الفاتحہ کے بعد تین بار سورۃ اخلاص پڑھی، حجِ اکبر کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے شعبان کے آخری جمعہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت پڑھی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، سورۃ الکافرون

اور دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی اگر اسی سال مر گیا تو شہید مرے گا۔

شعبان کی پندرہویں تاریخ کی نماز

من صلی فی یوم الخامس العشر ثلثین رکعات یقرء فی کل رکعتہ بعد الفاتحہ الا الا خلاص سبع مراۃ کتب اللہ لہ اجر الف شہید والف غازی والف عنق رقبہ (مقصود القاصدین ص۲۴)

جس شخص نے پندرہویں کو تیس رکعات اس حالت میں پڑھیں کہ ہر مرتبہ سورۃ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہزار شہید، ہزار غازی اور ہزار غلام آزاد کر دینے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

پندرہویں رات کو قبرستان جانا

نبی پاک ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ شعبان کی پندرہویں ہوتی تو رات کو قبرستان تشریف لے جاتے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے اس شب کو ہمیں بھی اپنے قریبی قبرستان میں جا کے اپنے گناہوں کی معافی اور مدفون بھائیوں کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ ایک تو ایسا کرنے سے نبی پاک ﷺ کی سنت شریفہ پر عمل ہوتا ہے۔ دوسرا مومن کی دعا سے رب کائنات ان قبروں والوں کو جو عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں معاف فرما دیتا ہے اور نیکیوں کے درجات کو بھی بلند فرماتا ہے اور ایسا کرنے والے بھی اجر عظیم کے مستحق ہوتے ہیں۔

جہاں تک ایصال ثواب کا تعلق ہے علماء کی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مردے کو مرنے کے بعد بھی زندوں کی طرف سے ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ جیسے نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کے تمام اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین نیکیوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ، علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، نیک اولاد جو والدین کے حق میں دعا کرتی ہو۔

"شرح الصدور" میں علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ حضرت مالک بن دینار ؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی رات کو قبرستان گیا میں نے دیکھا کہ وہاں نور چمک رہا ہے۔ ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اللہ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے۔ غیب سے آواز آتی ہے۔ "اے مالک! یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے، جو انہوں نے اہل قبور کو بھیجا ہے" میں نے پوچھا "مسلمانوں نے کیا تحفہ بھیجا ہے؟" آواز آئی! "ایک مرد مومن نے اس رات اس قبرستان میں قیام کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس طرح کہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھی اور کہا کہ اے اللہ! اس کا ثواب میں نے مومن اہل قبور کو بخشا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ روشنی اور نور بھیجا اور ہماری قبروں میں مشرق و مغرب کی وسعت پیدا کر دی۔ مالک کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیشہ میں جمعرات کو دو نفل پڑھ کر اس کا ثواب مومنین کو بخشتا۔

ایصال ثواب پر فقہ کی مشہور و معروف کتاب میں صاحب ہدایہ نے یوں تصریح کی ہے **ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ او صوما او غیرھا عند اھل السنتہ والجماعتہ**۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو خواہ روزہ۔

ایصال ثواب کے سلسلے میں بے شمار احادیث سند کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے امام نووی ہی کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں "امام نووی نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہی مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہنچتا یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے اس لئے ہرگز یہ قول قابل التفات نہیں۔"

اس قول سے ثابت ہو گیا کہ میت کو ہر نیک کام کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔

اس رات میں دیگر مفید عبادتیں:

صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرنا:

نبی پاک ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس ؓ کو اس نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ "اے چچا! اس نماز کے پڑھنے سے خدا تیرے اگلے پچھلے، نئے پرانے، دانستہ نادانستہ، چھوٹے بڑے، ظاہر پوشیدہ سب گناہ بخش دے گا۔"

ترکیب:

نیت باندھ کر ثناء کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھے،

سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پھر فاتحہ کے بعد سورہ ملانے کے بعد دس مرتبہ، رکوع میں دس مرتبہ، قومہ میں

دس مرتبہ، سجدہ میں دس مرتبہ جلسہ میں دس مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ پڑھے۔ ہر رکعت اسی طرح ادا کرنی ہے۔نماز کی رکعتیں چار ہیں۔اس نماز کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ ہر قسم کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

۲۔ درود شریف کی کثرت برتنی چاہیئے۔

۳۔ ذکر کی محفلیں منعقد کی جائیں۔اس لئے کہ حضرت کعب الاحبار ﷺ نے فرمایا کہ اس رات میں جو شخص تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ پہلی مرتبہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، دوسری مرتبہ جہنم سے آزاد کرتا ہے اور تیسری مرتبہ پڑھنے سے وہ شخص جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

مجلس ذکر:

ایک روایت ہے کہ فرشتے ذاکرین کی محفل کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب انہیں کوئی ایسی محفل نظر آتی ہے۔ جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو، تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے ایک دوسرے کا حلقہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا اور ذاکرین کے درمیان خلا بھر جاتا ہے۔ جب مجلس ذکر ختم ہو جاتی ہے تو فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے۔

''تم کہاں سے آئے ہو؟''

وہ کہتے ہیں

''ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں۔ جو زمین پر تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں، تیری تکبیر پڑھتے ہیں، تیری بزرگی بیان کرتے ہیں اور تجھ سے مانگتے ہیں''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

''کیا مانگتے ہیں؟''

فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں،

''تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں''

خدا فرماتا ہے

''کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟''

فرشتے کہتے ہیں

''اے رب ہمارے! انہیں دیکھی ہے''

خدا فرماتا ہے

''اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو ان کی طلب کا کیا حال ہو''

اسی طرح دوزخ کے بارے میں سوال و جواب ہونے کے بعد نبی پاک ﷺ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان کی بخشش فرما دی۔ جو چیز وہ مانگتے ہیں میں نے دے دی اور جس چیز سے پناہ مانگتے ہیں میں نے پناہ دے دی۔

پھر فرشتے کہتے ہیں،

''اے رب! فلاں آدمی تو یوں ہی کسی غرض سے آیا تھا۔ ان میں بیٹھ گیا''

نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ''میں نے اس کو بھی بخش دیا ہے کیونکہ ذاکرین ایسی قوم ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا''(مشکوٰۃ شریف)

ذکر صیقل دل:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

''ہر چیز کی صفائی ہے اور دل کی صفائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے''(مشکوٰۃ شریف)

معمولات:

۱۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنی چاہیئے۔

۲۔ نماز تہجد پڑھنی چاہیئے۔

Nafse Islam نفس اسلام WWW.NAFSEISLAM.COM

۳۔ بزرگوں کے بتلائے ہوئے معمولات کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

۴۔ درود وسلام ذوق وشوق سے پڑھنا چاہیئے۔

۵۔ اجتماعی عبادات کے علاوہ انفرادی طور پر بھی اللہ کے حضور جھک کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔

۶۔ دیگر معمولات کے حل کی دعا بھی کرنی چاہیئے۔

طوالت کے خوف سے وہ دعائیں نہیں نقل کی جا رہیں جو اس رات نبی پاک ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

قارئین کرام!

شعبان کے فضائل کے سلسلے میں اسلاف کے بہت سے اقوال ملتے ہیں۔ لیکن خیال ہے کہ جب سارے اسلامی سال کے فضائل مرتب کیے جائیں اس وقت اس مختصر سے مجموعہ کے ساتھ وہ قیمتی باتیں بھی شامل کردی جائیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحرمت سیدالنبیین صلی اللہ علیہ والہ و سلم۔

☆☆☆

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضیٰ

آج انسانیت اور ہیومن رائٹس کے حوالے سے بڑے بڑے نعرے لگائے جاتے ہیں، انسانیت کی تذلیل نہیں ہونی چاہیئے، انسانیت کا احترام ہونا چاہیئے، انسان کے بنیادی حقوق پائمال نہیں ہونے دیں گے، انسان کی آزادی اس کا حق ہے، انسان انسان کا غلام نہیں، انسان سے جانوروں جیسا سلوک مت کرو، انسان کو شخصی وقار ملنا چاہیئے، انسان کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیں گے، انسان کو بے آبرو ہونے سے بچایا جائے وغیرہ، یہ اور ان ایسے کئی دل موہ لینے والے پرکشش نعرے لگانے والوں کا اپنا کردار کیا ہے؟ کیا یہ صرف کھوکھلے نعرے ہیں یا ان کا حقیقت سے بھی کوئی تعلق ہے! حقائق کو دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کی جائے تو یہ بات سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی کہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں اپنے آپ کو شامل کرنے والے اور اپنے تیئں خود کو سپر پاور جاننے والوں کے نعرے جذباتی لیڈروں کے جذباتی اور جھوٹے نعروں کی طرح بلبلہ آب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈہ کرنا اور بات ہے لیکن عملی کردار ادا کرنا مختلف کام ہے۔ عمل میں احترام انسانیت پیغمبر اسلام ﷺ ہی کی سیرت سے سیکھا جاسکتا ہے، مغربی دنیا میں انسانیت کی تذلیل اور رشتوں کی توہین ملاحظہ کی جائے تو کھوکھلے نعروں کی اصلیت عیاں ہوجاتی ہے۔

انسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ ہر انسان کو اسکے جائز حقوق دیئے جائیں، ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ جو تعلق بنتا ہے اس کے مطابق اس تعلق کو نبھایا جائے، وہ پڑوسی کے روپ میں ہو تو ہمسایہ ہونے کی مناسبت سے اسکے حقوق ادا کئے جائیں۔ وہ مہمان ہو یا ہمسفر، اولاد ہو یا والدین، بہن بھائی ہوں یا دوست احباب ہر ایک کے ساتھ اسکے رشتے کی مناسبت سے تعلق قائم کیا جائے یہی انسانیت کا تقاضا ہے لیکن گزشتہ دنوں یورپی ممالک کے ٹی وی کی اس رپورٹ نے تہلکہ مچایا، مادر پدر آزاد معاشرہ کے لوگ بھی ورطہ حیرت میں دکھائی دیئے کہ انسانیت اور رشتوں کے تقدس کو پائمال کرنے والے انسانیت کے ماتھے پر کیسا بدنما داغ ہیں!! آسٹریا کے رہنے والے ایک آسٹروی نے آج سے تقریباً سوا دو دہائیاں قبل اپنی گیارہ سالہ بیٹی کے غائب ہونے کا شور مچایا، اپنی لخت جگر کے گم ہونے کا واویلا کیا۔ لیکن 21 سال بعد اس باپ کی درندگی کا بھانڈا پھوٹ گیا کہ اس نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر کے خفیہ تہہ خانے میں اپنی ہوس کا نشانہ اس طرح بنایا کہ باپ کے لفظ کی تذلیل کرنے والے شہوت پرست بہروپیے باپ کے اپنی ہی بیٹی سے سات بچے ہیں۔ بڑے کی عمر انیس اور چھوٹے دس بارہ سے دو چار سال تک کے ہیں۔

کا ر وحال ببین وشرم دار

اسکے اپنے ہی گھر میں کسی کو اس خفیہ ذلت خانے کی خبر نہ ہوئی۔ ہمسایوں پڑوسیوں کو پتہ نہ چل سکا۔ خوراک سے وضع حمل تک کے معاملات سے وہ اپنے منہ پر کالک ملتا رہا لیکن انسانیت کی بات کرنے والے اس سے منہ موڑے رہے۔ اس گھر کو گھر کے چراغ سے آگ لگتی رہی لیکن انسانی حقوق کی تنظیمیں بے خبر رہیں۔ آٹھ افراد کو اس طرح عقوبت خانے میں بند رکھا کہ کھلی فضا، سورج کی روشنی کی ہوا تک نہ لگنے دی۔ اپنی خواہشات کی ذلت اختیار کرکے حیوانیت کا شکار بنائے رکھا، کیا یہی انسانیت کی بات کرنے والوں کے حالات ہیں

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے

ایسی تاریکیوں میں اجالا پیدا کرنے کے لئے انسانیت کے حقیقی راہبر و راہنما کو یاد کرنا ہوگا، اور وادی فاراں کے خطیب کی عظمتوں کو سلام کرنا ہوگا، جنہوں نے رشتوں کے تقدس کا تعین فرمایا۔ جنہوں نے انسانیت کے حقوق کو عملاً عظمت عطا کی، اور فرمایا:

''جس کی تین بیٹیاں ہوں، دوسری روایات میں دو یا ایک ہو، وہ باپ انکی اچھی تربیت کرے، پرورش کرے شادی کرے تو بیٹیوں کی تربیت و پرورش اور شادی کرنا اس باپ کے لئے جہنم سے آزادی کا باعث ہوگی، جنت اسکا مقدر ہوگی''

آج ہمیں سبق سیکھنا ہوگا اس رحمت پرور ماحول سے، جس میں بیٹی کی عظمت کے اظہار کے لئے امام الانبیا ﷺ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی بیٹی کے لئے اپنی مزمل والی چادر بچھاتے ہیں۔ پاکیزہ سوچیں، ستھرا ماحول، روشن عمل اسلام ہی سکھاتا ہے۔ اسلام ہی رشتوں کے تقدس کو اجاگر کرنے اور نفس کو ہوس پرستی سے بچانے کے لئے بچپن میں ہی دو بھائیوں کو بھی ایک چادر میں سونے سے منع کرتا ہے۔

دور حاضر کو دیکھا جائے یا ماضی کا جائزہ لیا جائے تو حقائق کو چھپایا نہیں جاسکتا کہ کن لوگوں نے انسانیت سوزی کا مظاہرہ کیا اور کون احترام انسانیت کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔ گزشتہ دنوں اس زنداں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو زندہ انسانوں کو جلانے کی داستاں آج بھی بیان کررہی ہے۔ جرمنی کے سب سے بڑے صوبے بائرن کے دارلحکومت میونخ میں ایک عقوبت خانہ ہے، جس جیل کو ایک جابر حاکم کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہاں پر ہزاروں قیدیوں کو رکھا جاتا اور پھر غسل کروانے کے بہانے انکو ایک بڑے ہال میں گیس چھوڑ کر نیم بے

ہوش کیا جاتا اور پھر اسٹریچر پر ڈال کر بھٹیوں میں زندہ جلا دیا جاتا۔ آج بھی وہ بھٹیاں علامت کے طور موجود ہیں۔ دنیا بھر سے لوگ دیکھنے کے لئے آتے ہیں جرمن زبان میں رقم شدہ خوفناک تاریخ اور وہاں پر نصب زندہ جلائے ہوئے انسانوں کی تصاویر تلخ حقائق کو بے نقاب کرتی ہیں۔ لیکن انسانوں کو زندہ جلانے والے ہٹلر کے نشان اور اسکے نام پر نام رکھنے کی اس کے ملک ہی نے پابندی عائد کر رکھی ہے۔ داستان ہٹلر کی ہو یا کسی اور کی انسانیت کے خون کو ارزاں سمجھ کر بے دریغ خون بہانے والوں کے لئے نشان عبرت ہے۔ دشمنوں اور قیدیوں کے ساتھ بپا ہونے والے ہٹلر کے انداز کو بھی دیکھئے اور نور کے اس ماحول کو بھی ملاحظہ کریں۔ جہاں پیغمبر امن و سلامتی رحمت عالم ﷺ حالت جنگ میں بھی دشمن قوم کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں، اور کمزوروں پر تلوار اٹھانے سے منع کرتے ہیں۔ قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کرنے کی رغبت اور حسن سلوک کا درس دیتے ہیں۔

انسانیت کے لئے آزادی ایک نعمت ہے لیکن جب آزادی کی حدود معدوم ہوں تو یہ زحمت بن جاتی ہے۔ اس کا اندازہ ان دنوں جرمن ٹی وی پر جاہ و منصب رکھنے والوں کی جانب سے ان تبصروں اور بحث سے لگایا جا سکتا ہے۔ جن میں کہا جا رہا ہے کہ انٹرنیٹ کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ نوجوان احتیاط کریں۔ کیمرے کے سامنے سیکس سے پرہیز کریں۔ پوشیدہ معاملات کو سکرین کی نذر نہ کیا جائے۔ آزادی، آزادی، اور آزادی کے مضر اثرات کو دیکھ کر اب تو سمجھنا چاہیئے کہ انسانیت کے احترام اور وقار کو قائم کرنے والا مذہب صرف اسلام ہے جس میں پیغمبر حکمت و دانش نے سکھایا کہ ازدواجی تعلقات کو قائم کرنے کے لئے اندھیرے کا اہتمام کیا جائے، چادر اوڑھی جائے، پوشیدہ تعلقات کا اظہار کسی کے سامنے نہ کیا جائے، بلکہ عورت اپنے خاوند سے تعلقات کا ذکر کسی عورت سے نہ کرے اور مرد اپنی بیوی سے ہونے والے تعلقات کا تذکرہ کسی مرد سے نہ کرے۔

دنیا کے ہر نظام کو بنانے والے کچھ ہی مدت بعد اپنے سسٹم کی خرابیاں اور خامیاں دیکھتے ہیں پھر انکو بدلتے ہیں، اپنی ہی دی ہوئی آزادیوں کے نقصانات ملاحظہ کرنے کے بعد نئے نئے تجربات کرتے ہیں، لیکن اسلام کی عظمت کو دیکھئے۔ روز اول سے جو اصول سکھاتا ہے اسی میں انسانیت کی ترقی کا راز مضمر ہے اور اسلام ہی احترام انسانیت کا سراغ دیتا ہے۔ اسلام ہی حقیقی معنوں میں انسانی حقوق کا محافظ ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام عالم کو نہ کر　　　خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

☆☆☆

ماڈرن مثنوی

حاجی حق حق کوٹلوی

مغربی تہذیب کا طوفان اٹھا
پردۂ نسواں وہ دیکھو اڑ گیا
مغربی جادو کا ہے سارا اثر
پھر گئی اللہ سے ان کی نظر
مولوی اس واسطے معتوب ہے
کیوں اُسے شرع نبی محبوب ہے
کیجئے تکمیل فیشن کیجئے
مولوی کو گالیاں دے لیجئے
ہر پرانی بات گر ہے ناپسند
تو کرو سر نیچے اور پاؤں بلند
جتنی رسمیں ہیں پرانی چھوڑیئے
پانی پینا ، روٹی کھانا چھوڑیئے
آج کل یہ بھی ہے اک فیشن کا رنگ
کھل گیا منہ ہو گئی پتلون تنگ
پھونک سے فیشن کی موٹے ہو گئے
تن کے سارے کپڑے چھوٹے ہو گئے
تن چھپے پہلے تھیں یہ تیاریاں
اب ارادے ہیں کہ اتریں ساڑیاں
بیویاں بنتی رہیں گر لیڈیاں
شوہر ان سے کھائیں گے پھر جوتیاں
ایسی عورت کب ہے شوہر کی غلام
اصل میں ہے اُس کے وہ زر کی غلام
مصطفےٰ کی ہے مجھے سنت پسند
اور انہیں یورپ کی ہر حرکت پسند
بولا حقؔ حق یوں بآوازِ بلند
''ہر کسے را بہر کارے ساختند''

Nafseislam
WWW.NAFSEISLAM.COM

سلطان الواعظین

ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

سرمایۂ اہلِ سنت کے پاسبان و ترجمان

پروفیسر مجیب احمد

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کا 4۔ اگست 2007ء بمطابق 19 رجب المرجب 1428ھ کو وصال ہوا تھا۔ درج ذیل سطوران کے پہلے عرس کے موقع پر شائع کی جارہی ہیں۔

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ (اپریل 1913ء۔ اگست 2007ء) بمطابق (ربیع الآخر 1331ھ۔ رجب المرجب 1428ھ) برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کے دینی و علمی حلقوں میں ایک معتبر نام اور مستند حوالہ کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کا تعلق کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ کے ایک دینی و علمی خاندان سے تھا۔ آپ دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور (1926ء) کے فارغ التحصیل تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں آستانہ عالیہ نقشبندیہ محمدیہ، عیدگاہ شریف، راولپنڈی کے فیض یافتہ تھے۔ اکابرین اہل سنت کے منظورِ نظر تھے اور عوام اہلِ سنت کے دلوں کی دھڑکن تھے۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت دین کے لیے بیک وقت کئی محاذوں پر کام کیا اور تن تنہا، اکابرین کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ستر سال سے زائد عرصہ تک اپنے مشن کی تکمیل میں کسی نہ کسی طرح مشغول رہے۔ آپ کی ساری زندگی اس شعر کا عملی نمونہ تھی۔

دہن میں زباں تمہارے لیے
بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے
اٹھے بھی وہاں تمہارے لیے

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر و تقریر کا آغاز اپنے زمانہ طلب علمی سے ہی کر دیا تھا۔ آگے چل کر یہی دو میدان آپ کی اصل وجہ شہرت بھی بنے۔ آپ کچھ عرصہ کے لیے کوٹلی لوہاراں، راولپنڈی، گکھڑ منڈی اور رائے پور میں خطیب رہے، تاہم برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کا شاید ہی کوئی ایسا شہر یا گاؤں ہو جہاں آپ نے تبلیغی جلسوں، دینی مدارس کے سالانہ اجلاسوں، تقاریب اعراس اور مختلف مواقع پر اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید نہ کیا ہو۔ آپ اردو اور پنجابی میں اپنی مخصوص طرز سے بیان کرتے تھے اور حاضرین محفل آپ کی تلاوت قرآن مجید، اشعار اور دینی و اصلاحی بیانات سے محظوظ ہوتے تھے۔ آپ کے مواعظ میں جدید تہذیب و تمدن پر جو طنز و مزاح کا عنصر شامل تھا، وہ بھی اپنے اندر تبلیغ و اصلاح کا ایک پہلو لیے ہوتا تھا۔ آپ اپنے ابتدائی دور میں فریقِ مخالف سے مناظرہ بھی کرتے رہے تاہم بعد ازاں یہ سلسلہ ترک کر دیا۔ برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کے علاوہ، آپ نے اپنے فن خطابت اور مواعظ حسنہ سے یورپ اور مشرق وسطیٰ کے اکثر شہروں، بشمول مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے احباب کو بھی فیض یاب کیا۔ آپ اپنے بیانات میں مشکل سے مشکل مسائل کا اتنا عام فہم اور آسان پیرایہ میں حل بیان کرتے کہ محفل میں موجود ایک عام آدمی بھی مسئلہ کی نوعیت کو کماحقہٗ سمجھ لیتا تھا اور آپ کے بیان سے کچھ نہ کچھ سیکھ کر ہی واپس جاتا تھا۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے پناہ مصروف، خطیبانہ زندگی سے تصنیف و تالیف کے لیے بھی بھرپور وقت نکالا اور اس میدان میں بھی دنیا سے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ آپ نے مختلف دینی، علمی، اعتقادی اور اصلاحی عناوین پر تیس سے زائد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے منشورات علمیہ میں سے درج ذیل نمایاں ہیں۔

آنا جانا نور کا، القول الحسن فی جواز الکتابہ علی الکفن، ایک حدیث کا وعظ، تنقید الانتقاد، ثبوت تقلید، جانِ ایمان، جبریل علیہ السلام کی حکایات، حب رسول دی ہے اصل ایمان دی (منظوم پنجابی)، ختم نبوت، خطبات (دو حصے)، خطیب، دیوبندی علماء کی حکایات، سچی حکایات (پانچ حصے)، سرور عالم ﷺ، سنی علماء کی حکایات، شیطان کی حکایات، عجائب الحیوانات، علم و عرفاں، عورتوں کی حکایات، لبیک یا سیدی ﷺ (سفرنامہ حج)، مثنوی کی حکایات، محفل میلاد، مفید الواعظین، واعظ (چار حصے) اور وہابیت کے فوائد، جبکہ آجکل، جبلِ نور اور گلزارِ بشیر (تین حصے) شعری مجموعے ہیں۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف میں سے سچی حکایات سب سے زیادہ مقبول ہے۔ جو آپ کی علمی پہچان بن گئی ہے۔ اس کا مکمل ہندی ترجمہ اور پہلے دو حصوں کا انگریزی ترجمہ بھی شائع شدہ ہے۔ آپ کی تمام تصانیف پاکستان کے علاوہ بھارت سے بھی مسلسل شائع ہورہی ہیں۔ آپ کی تصانیف عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیقی اور ادبی چاشنی لیے ہوتی تھیں۔ بلا مبالغہ آپ جدید دور کے سب سے زیادہ پڑھے جانے والے سنی مصنف ہیں۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ مختلف دینی، اعتقادی اور سیاسی و سماجی موضوعات پر مستقل کالم، مضامین اور اشعار بھی لکھتے رہے، جو بر

صغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کے مئوقر سنی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے اور قندِ مکرر کے طور پر ہنوز شائع ہو رہے ہیں اور روزِ اول کی طرح نہایت دل چسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے جولائی 1951ء میں کوٹلی لوہاراں جیسے دور افتادہ اور شہری سہولیات سے محروم اپنے آبائی قصبہ سے ماہنامہ ماہِ طیبہ جاری کیا جو اکیس سال سے زائد عرصہ تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا اور مسلک اہلِ سنت و جماعت کی بھرپور اور مئوثر ترجمانی کرتا رہا۔ ماہِ طیبہ میں اعتقادی اور اصلاحی مضامین کے علاوہ مغربی تہذیب اور مغرب زدہ ذہنیت پر بھرپور تنقید بھی کی جاتی تھی۔ آپ نے ماہِ طیبہ کے ذریعے دینی حلقوں میں صحافت کی ایک نئی طرح کی بنیاد رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ ماہِ طیبہ آج بھی اہلِ سنت و جماعت کے امتیازی نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ماہِ طیبہ کے مدیرِ مسئول اور رئیس التحریر ہونے کے ساتھ ساتھ، قارئین کی طرف سے ارسال کردہ سوالات کے جواب میں شرعی فتاویٰ بھی دیتے تھے۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالاعلیٰ عطا محمد چشتی معروف بہ حاجی لق لق (1893ء۔1961ء) کے مقابلے اور جواب میں حاجی حق حق کے قلمی نام سے پرلطف شاعری بھی کرتے تھے۔ اکبر الٰہ آبادی (1846ء۔1921ء) کے بعد، آپ شاید واحد شخص ہیں کہ جس کی شاعری میں دینی خیالات کے ساتھ ساتھ جدید تہذیب و تمدن پر طنز و مزاح کا عنصر بھی نمایاں طور پر ملتا ہے۔ ماہِ طیبہ نے اہلِ سنت و جماعت میں فکری اور اعتقادی شعور پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ، کئی نوجوان اہلِ قلم اور شعراء کی حوصلہ افزائی کی جن میں سے اکثر آج دینی محاذ کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی حلقوں میں بھی نامور اور معتبر ہیں۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اہلِ سنت و جماعت کے وسیع تر مفاد میں، بغیر کسی گروہ بندی کا شکار ہوئے، خدمات سرانجام دیں اور اہلِ سنت و جماعت کے اجتماعی فیصلوں اور سرگرمیوں میں شریک کار رہے۔ 31 جنوری 1934ء کو مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور (1924ء) کی طرف سے مسجد وزیر خان، لاہور (1634ء) میں اہلِ سنت و جماعت اور دیوبندی حضرات کے درمیان مختلف نزاعی امور پر ہونے والے تاریخی اور فیصلہ کن مناظرہ میں آپ موجود تھے۔ آپ نے اس مناظرہ کی چشم دید روئداد بھی لکھی تھی، جو کہ ایک تاریخی سند اور حوالہ رکھتی ہے۔ یہ روئداد سنی علماء کی حکایات، مطبوعہ لاہور کے صفحات 79 تا 84 پر موجود ہے۔ اسی طرح آپ نے دیگر علمائے اہلِ سنت کی طرح تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے متعدد علاقوں کے دورے کیے اور مسلم رائے عامہ کو مطالبہ پاکستان کے حق میں ہموار اور منظم کیا۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس (مارچ 1925ء) کے زیر انصرام اپریل 1946ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی تاریخی سنی کانفرنس میں شرکت کی اور کانفرنس کی طرف سے مطالبہ پاکستان کی حمایت میں جاری کردہ اعلامیہ کی بھرپور تائید کی۔ تحریکِ پاکستان کے دوران آپ کا مندرجہ ذیل شعر زبان زدِ عام تھا:

پاک اللہ پاک احمد پاک جسم و جاں ہو
کیوں نہ رہنے کے لیے بھی ملک پاکستان ہو

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقاریر کے علاوہ، اپنے مضامین اور شاعری کے ذریعے بھی نہ صرف نظریہ پاکستان کی حمایت اور مئوثر ترجمانی کی بلکہ قوم پرست پاکستان مخالف علماء اور دیگر سیاسی قوتوں کے اعتراضات کا مدلل رد بھی کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد، استحکام پاکستان اور نفاذ اسلام کے لیے جب علمائے اہلِ سنت نے مارچ 1948ء میں ملتان میں جمع ہو کر، جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل کا فیصلہ کیا تو، آپ اس تاسیسی اجلاس میں بھی موجود تھے۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا اور نہ ہی کبھی باقاعدہ درس و تدریس ہی کی۔ لیکن آپ نے اپنے مواعظ حسنہ اور تالیفات سے اہلِ سنت و جماعت کی کئی نسلوں کی تعلیم و تربیت کی۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مجاز طریقت بھی تھے تا ہم آپ نے بہت کم لوگوں کو بیعت کیا۔ آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر متعدد افراد نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے پاس اپنے والد ماجد فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔1951ء) کی طرف سے عطا کردہ مرضِ اٹھراہ اور بچوں کے سوکڑے کا روحانی علاج تھا۔ اس سو فیصد مفید روحانی علاج کے ذریعے کئی افراد فیضاب ہوئے، جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

عشق رسول کریم ﷺ، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سرمایہ حیات تھا اور آپ کے فکر و عمل اور شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں سے نمایاں ترین تھا۔ آپ اپنے نام کے ساتھ عبد النبی الخبیر بھی لکھتے تھے۔ آپ کی تقاریر اور تصانیف کا مرکز و محور فروغ عشقِ رسول ﷺ تھا۔ آپ نے اسی جذبہ کے تحت حرمین شریفین کے متعدد بار سفر اختیار کیے۔ بارگاہ رسالت میں آپ کی قبولیت کے کئی واقعات ہیں۔ شاید یہ

قبولیت، آپ کے والد ماجد کی پرخلوص دعا کا بھی نتیجہ تھی۔ فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''فقیر جانتا ہے کہ محمد بشیر کیا چیز ہوگا۔ عزیزم مولوی محمد بشیر کے عشق وفضائل مصطفیٰ ﷺ کے مواعظ اور گستاخان رسول کی مدافعت کے مواعظ سن کر میں عزیز پر فدا ہوں اور دعا ہے کہ میرا فرزند محمد بشیر دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ میں ڈھال عظیم ثابت ہو اور حضور ﷺ کی اس پر نظرِ رحمت رہے''

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ اور تصانیف سے اسلام دشمن طاقتوں کا مدلل رد کیا۔ آپ نے اپنے فکر وعمل سے اہل سنت وجماعت کی کئی نسلوں کو فکری اور اعتقادی طور پر متاثر کیا اور ان کی تعلیم وتربیت کی۔ موجودہ دور کے سنی علماء ومشائخ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ جس نے ان کے مواعظ اور کتابوں سے استفادہ نہ کیا ہو۔ آپ نے اپنے تبحر علمی، فن خطابت، طرز تحریر اور پرلطف طنز ومزاح کی وجہ سے دنیا بھر کے اردو وپنجابی داں طبقے میں اپنا مرکزی اور امتیازی مقام پیدا کیا۔ آپ کا نام اپنے اندر ایک فکر، ایک ادارہ، ایک تحریک، ایک تاریخ اور ایک بزرگی لیے ہوئے ہے۔ جس سے تاقیام قیامت عالم اسلام فیض یاب ہوتا رہے گا اور یقیناً یہ آپ کے درجات میں بلندی کا باعث ہوگا۔

سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر پاکستان اور بیرونِ پاکستان کے احباب کی طرف سے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ پاکستان کے تقریباً تمام اور بھارت کے بعض سنی دینی مدارس اور مساجد میں قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی گئی، مختلف اداروں اور انجمنوں کے اجلاسوں میں بھی ایصال ثواب کیا گیا۔ پاکستان کی تقریباً تمام اور بھارت کے بعض اہم اردو اخبارات اور سنی رسائل وجرائد میں آپ کے وصال کی خبریں، تعزیتی اداریے اور بیانات اور مضامین شائع ہوئے۔ مختلف شعراء نے آپ کے وصال پر مختلف مادہ ہائے اور قطعات سن وصال تحریر کیے۔ طارق سلطان پوری کا ایک قطعہ تاریخ وصال درج ذیل ہے:

جلیل القدر و والا جاہ و مسعود
عظیم المرتبت، امجد ابوالنور
روانہ خلد کی جانب، جہاں سے
ہوا دلدادۂ احمد ابوالنور
چہار اطراف سے طارق سنی ہیں
صدائیں ، "جلوۂ جیّد ابوالنور"

۴ — ۳۵۷

۴ × ۳۵۷ = ۱۴۲۸ھ

شاتمِ رسول کی سزا

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی

جب انسانیت بتوں کے قدموں میں گری ذلت ورسوائی کا منظر پیش کررہی تھی ۔ جب اشرف الخلوقات انسان کو سربازار خرید وفروخت کے ذریعے ذلت ونکبت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا گیا تھا۔ اور یوں " ولقد کرمنا بنی آدم " کے تاج سے سرفراز ہونے والا انسان اپنی عزت وناموس کی قیمت رسوائی کے داموں میں وصول کررہا تھا۔

ایسے میں وہ آیا جس نے انسان کو بتوں کے قدموں سے اٹھا کر خالق ومالک کے سامنے جبین نیاز جھکا کر " من تواضع لله رفعه الله" کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ اور جس نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان کو مملوکیت کی ذلت سے نکال کر مالکیت کی عزت کا سہرا اس کے سر پر سجایا تو خالق کائنات نے عزتوں کے امین، رفعتوں کے قاسم اور عظمت انسانیت کی خیرات تقسیم کرنے والے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قانون تحفظ فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں رسول اکرم کی سیرت طیبہ کو "اسوۂ حسنہ" قرار دے کر آپ کو پوری انسانیت کے لئے آئیڈیل بنایا وہاں آپ سے محبت اور آپ کی تعظیم کو لازم قرار دیا اور آپ کی شان اقدس میں ادنیٰ گستاخی کے مرتکب کے وجود نامسعود سے اس سرزمین کو پاک رکھنے حکم دیا اور کہیں یا ایها الذین امنو ا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله فرما کر آپ سے آگے بڑھنے کو حرام قرار دیا تو کہیں " لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی " کا قانون نافذ کر کے "ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون " کی سزا سنادی اور کہیں " ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقویٰ " فرما کر آپ کا ادب واحترام کرنے والوں کو قلبی تقویٰ یعنی حقیقی تقویٰ کا تمغہ عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کرنے اور ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والوں کو عظمت نشان بنایا وہاں گستاخان رسول کو عبرت نشان بھی بنایا جس پر تاریخ کے صفحات شاہد عدل ہیں۔ اکابر ائمہ اور علماء امت نے گستاخ رسول سے رشتہ منقطع کرنے اور اس سے شدید نفرت کا درس بھی دیا اور شاتم رسول کو واجب القتل بھی قرار دیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت کی علامت ونشانی آپ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض وعداوت رکھنا ہے محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کر سکتا اور مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ جمع ضدین کو محال و ناممکن کہا گیا ہے ایک کے ساتھ محبت دوسرے کے ساتھ عداوت کو مستلزم ہے اچھی طرح غور کرنا چاہیے"

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ حصہ سوم دفتر اول جلد اص ۳۹۲)

اور امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"ایمان کے حقیقی اور واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کیسی ہی عقیدت، کیسی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے استاذ، تمہارے پیر، تمہارے بھائی، تمہاری اولاد، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں تو اصلا تمہارے قلب میں ان کی عظمت اور ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو۔ ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو۔ نہ ان کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا"

(تمہید ایمان با آیات قرآن ص ۱۵ از امام اہل سنت احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ)

گستاخ رسول اپنی اس حرکت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور واجب القتل ہوتا ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کوئی شخص حالت نشہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، زبان کی لغزش سے گستاخی کا مرتکب ہو حتیٰ کہ نعلین پاک کی توہین کرے تب بھی وہ واجب القتل ہے"

خودسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں گستاخ رسول کوقتل کی سزادی گئی۔ابوجہل کو جب میدان بدر میں دونو جوانوں نے واصل جہنم کیا تو اس کی وجہ کفرنہیں بتائی بلکہ بزبان حفیظ جالندھری یوں کہا

قسم کھائی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

کعب بن اشرف یہودی گستاخ رسول تھاخودسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من لکعب بن اشرف ؟کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا تو حضرت محمد بن مسلمہ ﷺ گستاخ رسول کوواصل جہنم کرکے ابدی سعادت کے مستحق قرار پائے۔ابوالحقیق کا بیٹا ابورافع بارگاہ رسالت میں توہین کاارتکاب کرتا تھا تو قبیلہ خزرج کے جاں نثار مسلمانوں نے رسول اکرم ﷺ سے اس کوقتل کرنے کی اجازت طلب کی تو اس گستاخ رسول کوجہنم رسید کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی او یہ سعادت حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔

عمروبن جحاش قبیلہ بنونضیر کاشریف النفس شخص تھااس نے آقائے دوجہاں ﷺ کودھوکے سے شہید کرنے کامنصوبہ بنایالیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کواس کے شیطانی منصوبے سے آگاہ کردیا۔

اس کے چچازاد بھائی حضرت یامین ﷺ نے اپنے آقاﷺ کے اس گستاخ کاکام تمام کردیااوردنیوی قرابت داری کوناموس رسالت کے تحفظ کی خاطرقربان کردیا۔

گستاخ رسول کی شرعی سزاکے سلسلے میں فقہاءامت کے اقوال کاذکرکرنے سے پہلے ان واقعات کواس غرض سے ہدیہ سامعین کیاگیا تاکہ فقہاءامت کے فتاویٰ کی حقانیت کورسول اکرم ﷺ اورصحابہ کرام کے عمل سے تائیدحاصل ہوجائے۔

بعض اوقات گستاخ رسول کی سزاکے سلسلے میں انا کفیناک المستھزئین (بے شک ہم استہزاکرنے والوں کوآپ کی طرف سے کفایت کرنے والے ہیں)کامظاہرہ ہواچنانچہ ابولہب جیساگستاخ رسول زہریلے پھوڑے کی وجہ سے جہنم رسید ہواجس نے اس کے پورے جسم کواپنی لپیٹ میں لیاتین دن تک اس کی بدبودارلاش کے قریب بھی کوئی نہ گیا۔

(تفصیل ضیاءالقرآن میں ملاحظہ کیجئے)

ابولہب کابیٹاعتبہ،جس کی حفاظت کے لیےاس کے باپ نے ہرقسم کاانتظام کیاتھاکیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے لئے عذاب الٰہی کی خبر دی تھی۔لیکن ایک شیرآیااورہرایک کوسونگھتاہواگستاخ رسول تک جاپہنچااوراس منحوس کوپھاڑڈالالیکن اس پلیدکانہ توخون پیااورنہ گوشت کھایا۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل لکڑی کاگٹھااٹھاکرلارہی تھی ایک جگہ آرام کے لئے بیٹھی تومونج کی رسی نے اسے دبوچااوریوں وہ اپنے انجام بد کوپہنچی اورارشادباری تعالیٰ "فی جیدھا حبل من مسد"کی صداقت شمس نصف النہاربن کرچمکی۔

اس بات پرتمام ائمہ کااتفاق ہے کہ شاتم رسول دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتاہےاگروہ کلمہ گوہےاوراگروہ ذمی(اہل کتاب)ہےتواس جرم کی بنیادپراس کی حفاظت کاذمہ ختم ہوجاتاہےاوراس کامال اورخون حلال ہوجاتاہےحضرت امام شافعی رحمہ اللہ کایہ قول نہایت جامع ہے آپ فرماتے ہیں:

جب(مسلمان)حکمران(غیرمسلموں سے)جزیہ پرصلح کرتے ہوئے معاہدہ لکھےتوشرائط تحریرکرےاس ضمن میں وہ فرماتے ہیں:

علی ان احدا منکم ان ذکر محمدا صلی اللہ علیہ وسلم او کتاب اللہ او دینہ بما لا ینبغی ان یذکرہ فقد برئت منہ ذمۃ اللہ ثم ذمۃ امیر المومنین وجمیع المسلمین ونقض ما اعطی من الامان وحل لا میر المومنین ما لہ ودمہ کما تحل اموال اھل الحرب ودما ئھم (الصارم المسلول علی شا تم الرسول ص ۳۸)

اس شرط پرصلح کی جاتی ہے کہ تم میں سے کسی ایک نے حضرت محمدصلی اللہ علیہ وسلم یااللہ کی کتاب یااس کے دین کانامناسب اندازمیں ذکر کیاتواس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اٹھ جائے گی،پھرامیرالمومنین اورعام مسلمان اس سے بری الذمہ ہوجائیں گےاورجوامن اس کودیاگیا وہ ٹوٹ جائے گا،امیرالمومنین کے لئے اس کامال اورخون اس طرح حلال ہوجائے گاجس طرح حربی کفارکے مال اوران کے خون حلال ہوتے ہیں۔اسی طرح اس بات پربھی اتفاق ہے کہ گستاخ رسول کوسزادیناضروری اورلازمی ہے

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آیااس سے توبہ کامطالبہ کیاجائے یانہ؟نیزاگروہ توبہ کرےتواس کی توبہ قبول کی جائے یانہیں؟اوراگر توبہ قبول کی جائےتواس قبولیت کامطلب کیاہے؟

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوشتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلماکان او کا فرا ولا یستتاب.

(الشفاء با حوال المصطفیٰ جلد ۲ ص ۹۳۷)

"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے یا آپ پر عیب لگائے یا آپ کی توہین کرے اسے قتل کیا جائے، مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے"

حضرت امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کل من شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتنقصہ مسلما کان کا فرا فعلیہ القتل واری ان یقتل ولا یستتاب .

(الصارم المسلول ص۳۱۵)

جو شخص رسول اکرم ﷺ کو سب وشتم کرے اور آپ کی توہین کا مرتکب ہو مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا ضروری ہے، فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے پیروکار فقہاء کرام سے اس سلسلے میں مختلف اقوال منقول ہیں لیکن اکثر حضرات کا فتویٰ یہی ہے کہ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہ کی جائے چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والفتا ویٰ من مذھب ابی حنیفہ ان من سب النبی یقتل ولا تقبل تو بتہ سواء کان مو منا اور کا فوا . (تفسیر مظہری جلد۴ ص۱۹۱)

مذہب احناف کے فتاویٰ میں ہے کہ جو شخص کسی نبی کو سب وشتم کرے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے وہ مومن ہو یا کافر۔ (ظاہر ہے جب توبہ قبول نہ ہوگی تو مطالبہ بھی نہ کیا جائے گا)

حضرت امام حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کل مسلم ارتد فتوبۃ مقبولۃ الا الکافر بسب النبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا یقبل توبتہ مطلقا .

جو مسلمان (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے اس کی توبہ قبول کی جائے لیکن جو شخص نبیوں میں سے کسی نبی کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے اسے بطور حد قتل کیا جائے اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہ کی جائے یعنی نہ تو پکڑے جانے سے پہلے کی توبہ اور نہ بعد کی توبہ۔

شیخ ابن تیمیہ نے توبہ کی عدم قبولیت کی وجہ اس طرح بتائی ہے:

"لا ن حق النبی یتعلق بہ حقان حق اللہ و حق آدمی والعقوبۃ اذا تعلق بھا حق اللہ وحق الآدمی لم تسقط بالتوبۃ کا لحد فی المحاربۃ فا نہ لو تا ب قبل القدرۃ لم تسقط حق الآدمی من القصاص وسقط حق اللہ"

(الصارم المسلول ص۳۰۲ بحوالہ احکام اسلام اور تحفظ ناموس رسالت ص۳۲۱)

"کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے ساتھ دو حق متعلق ہیں اللہ تعالیٰ کا حق اور آدمی کا حق اور جب سزا کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور آدمی کا حق متعلق ہو جائے تو وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتی جس طرح قتل کی سزا اگر وہ (قاتل) قابو میں آنے سے پہلے توبہ کرلے تو آدمی کا حق قصاص میں ساقط نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہو جائے گا"

اس لیے جہاں توبہ کی قبولیت کا قول کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ قبول ہو جائے گی

امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فا نہ یقتل حدا ولا تقبل تو بتہ لان الحد لا یسقط با لتوبۃ . وافاد وانہ حکم الدنیا واما عند اللہ تعالیٰ فھی مقبولۃ .

(رد المحتا رجلد ۴ ص ۲۳۳)

اس (گستاخ) کو بطور حد قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے کیونکہ حد توبہ کے ساتھ ساقط نہیں ہوتی یہ دنیوی حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ مقبول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ توبہ کے باوجود گستاخ رسول دنیوی سزا یعنی قتل بطور حد سے بچ نہیں سکتا البتہ اگر وہ توبہ کرے تو قتل کے بعد نماز جنازہ اور کفن دفن کے سلسلے میں اس کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا ورنہ کافر کی طرح اس کو کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح آخرت کے اعتبار سے بھی اسے توبہ فائدہ دے گی۔

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تلاش گمشدہ

میرے ملک کی قوم گم ہوگئی ہے

جس کے ہمراہ ایک بچہ بنام ''قومی شعور'' بھی گم ہوگیا ہے

محمد زبیر اعوان

ملک خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان آج کل عجیب بحران کا شکار ہے۔اس کی ''قوم'' گم ہوگئی ہے۔جو پاکستان کے بنیادی مسائل پر اپنی شعوری بیداری کا اظہار کرے۔ کہتے ہیں کہ پچھلے وقتوں میں ایک بادشاہ کو عجیب سوجھی، کہ اپنی قوم کا شعور بیدار کیا جائے۔اس نے اپنے وزیر باتدبیر سے مشورہ طلب کیا وزیر نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت آپ نے قوم کو جتنی سہولتیں دے رکھی ہیں ان سہولتوں اور آسائش کی زندگی میں جب قوم کو کوئی تکلیف ہی نہ ہو تو وہ کیوں کسی مسئلے پر اپنی شعوری بیداری کا اظہار کرے گی؟ بادشاہ کے ذہن میں بات بیٹھ گئی۔اس نے وزیر مملکت کو حکم دیا کہ مہنگائی میں اضافہ کرادو۔ چنانچہ مہنگائی میں اضافہ کرادیا گیا۔مگر قوم میں کوئی ردعمل سامنے نہ آیا۔ ماسوائے اس کے کہ قوم اپنے حجروں اور قہوہ خانوں میں مہنگائی بڑھنے کا ذکر کرتی رہی۔ بادشاہ سلامت نے دوبارہ آرڈر دیا کہ انہیں پانی کی کمی کا شکار کردو۔ظاہر ہے پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے،لہٰذا توقع تھی کہ اب ضرور احتجاج ہوگا،مگر پھر بھی احتجاج نہ ہوا بلکہ لوگوں نے گھروں میں کنوؤں کی کھدائی شروع کردی۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا۔اس نے حکم دیا کہ پورے ملک میں چیک پوسٹیں قائم کرادو اور ہر صبح جو بھی ان چیک پوسٹوں سے گزرے اسے دو دو جوتے مارے جائیں۔حکم پر عملدرآمد شروع ہوگیا۔لیکن ساتھ ہی عوامی احتجاج کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا کہ ابھی لوگوں میں غیرت باقی ہے اور یہ اس طرح اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے۔لہٰذا بادشاہ نے حکم دیا کہ قوم کے بااعتماد نمائندے میرے پاس بھیجے جائیں۔ جو میرے ساتھ گفتگو کر کے اپنا مسئلہ بیان کریں، چنانچہ وفد بنایا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ وفد نے جو عوامی نمائندگان تھے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ جناب عالی! آپ نے یہ جو صبح صبح جوتے مروانے کا کام شروع کرایا ہے۔اس سے ہمیں پریشانی ہے۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا اور پوچھا کہ کیا یہ کام بند کروادوں؟۔۔۔ نہیں نہیں بادشاہ سلامت! ہمارا یہ مطالبہ ہرگز نہیں۔ وفد نے کہا، ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ جوتے مارنے والا اسٹاف بڑھادیں کیونکہ اس طرح جوتے مارنے والا بندہ تھک جاتا ہے اور ہمیں بھی سرکاری ڈیوٹی سے دیر ہوجاتی ہے۔ہم یہ چاہتے ہیں کہ سٹاف دوگنا کردیا جائے تاکہ سرکاری اہلکار بھی نہ تھکیں اور آپ کے محکمے کو بھی ہماری دیری کی وجہ سے نقصان نہ ہو۔ یہ واقعہ اگر تصوف کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہوسکتا ہے کہ ایسی قوم کو ''فنافی الشیخ'' کے منصب پر کوئی فائز کردے کہ ایسے مریدین بھی قسمت سے ملتے ہیں لیکن پاکستانی بحران کے حوالے سے دیکھا جائے تو ایسی قوم کو ''فنافی الشیخ'' کے مقام پر ہرگز بھی فائز نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ لوگ پھر گئے تو اجتماعی مسئلے کے لئے تھے یہاں تو جو شخص اجتماعی مسئلہ لے کر جاتا ہے اپنا مسئلہ حل کرا کے واپس آجاتا ہے۔ صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ ملک میں ہر ادارہ اور ہر فرد خود مختار ہے کہ وہ جتنی مہنگائی کرسکتا ہے کرلے، اسے کوئی بھی پوچھنے والا نہیں۔ نہ ہی کوئی احتجاج کرنے والا ہے۔اس وقت سونے سے لے کر مٹی کی زمین تک ہر چیز کی قیمت چند ماہ میں دوگنی سے تگنی ہوگئی ہے۔ٹرانسپورٹ کے کرائے بڑھ گئے ہیں۔ٹیکسز میں اضافہ کردیا گیا ہے۔بجلی کی لوڈشیڈنگ عروج پر پہنچ چکی ہے۔حکومت نے تیل، گیس اور بجلی میں عوام کو دی جانے والی سبسڈی مرحلہ وار واپس لینے کا اعلان کردیا ہے۔کھانے پینے کی اشیاء بھی عوام کی دسترس سے باہر ہوتی جارہی ہیں۔غریب لوگ مزید غریب ہوتے جارہے ہیں۔متوسط طبقہ ایک دوسرے کا مقروض ہوتا جارہا ہے یا اسے بینکوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرز پر موٹر کاروں، کاشت کاری، کاروباری، گھر بنانے اور قرض حسنہ کی صورتوں میں قرضے دے کر اپنے پاس گروی رکھ لیا ہے۔ دوسری طرف ایک اسلامی جمہوریہ ملک کے قرضوں میں جکڑے عوام کے بادشاہ ایک ایسے غیر آئینی صدر کا، جسے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نہیں مانتی، اس صدر کے ایک گھر کا سالانہ خرچ 35 کروڑ روپے سے زائد منظور کیا گیا ہے اور قومی اسمبلی، سینٹ کے علاوہ دیگر لازمی اخراجات کی مد میں 33 ارب روپے بجٹ سال 2008ء تا 2009ء منظور کر لئے گئے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کو اٹھا کر باہر نکال دیا گیا ہے اور غیر آئینی صدر نے پی سی او کے تحت من پسند ججز بنا کر پوری عدلیہ کو مٹھی میں لے لیا ہے۔ جس وزیر اعظم کو اس قوم نے منتخب کر کے بھاری مینڈیٹ کے ساتھ ایوان میں بھیجا اسے جلاوطن کر کے فرد واحد نے حکمرانی کا تاج سر پر رکھ لیا اور آج تک وہ سرتاج ہے۔ایک پارٹی کی لیڈر کو اس وقت سرعام گولیاں مار کر قتل کردیا گیا۔ جب وہ اس نظام سے بغاوت کا اعلان کر کے سٹیج سے اتر کر گاڑی میں سوار تھی مگر آج تک اس کے اپنے نامزد کردہ ملزمان اس کی اپنی پارٹی کی حکومت کے دور میں نہ صرف گرفتار نہ ہو سکے بلکہ وہ ملزمان پارٹی کے ساتھ اتحاد کی سمت بڑھ رہے ہیں اور جو لیڈر اس پارٹی لیڈر کے قتل کے وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہاسپٹل پہنچا وہ پارٹی سے دور ہوتا جارہا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ان تمام مسائل اور بحرانوں کے خلاف احتجاج کے لئے میرے ملک کی قوم کہاں ہے؟ عورتوں اور بچوں کو نکال کر کم از کم سات کروڑ لوگ کہاں ہیں؟ جو آٹے کے لئے لائنوں میں بھی لگتے ہیں۔بجلی بند ہوتی ہے تو کمروں سے باہر نکل کر گھروں کے صحنوں میں پریشانی کے عالم میں مارے مارے بھی پھرتے ہیں۔ بسوں اور گاڑیوں کی چھتوں اور سائیڈوں پر لٹک کر سفر کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ایک ڈرائیور اور ایک کنڈکٹر ان سب پر بھاری ہوتا ہے کیا ہم اسے قوم کہہ سکتے ہیں جو اپنے وطن سے بھاگ کر دوسرے ملکوں کی شہریت حاصل کر کے مطمئن ہوجائیں کہ کم

ازکم میں تواس ملک سے بھاگ آیاہوں جہاں عدلیہ کے ججوں کو بھی بیچ چوراہے عام پولیس مینوں کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بننا پڑتا ہو۔ مسجدوں میں نمازوں کے دوران خودکش حملوں کا خطرہ ہو۔ مہنگائی اور لاقانونیت عام ہو شکر ہے کہ میں بچ گیا؟ حالانکہ حقیقتاً وہ بھی اسی خودغرض زندگی کی دلدل میں دھنس جاتا ہے جو سمجھتا ہے کہ وہ اپنوں کو مصیبت میں چھوڑ کر خود بھاگ کر بچ گیا۔ وائے افسوس! وہ قوم کہاں چلی گئی؟ جس نے صرف اس مقصد کے لئے کہ ہم اپنی مسلم شناخت قائم کریں گے کلمہ طیبہ کا نظام قائم کریں گے اور مسلمانوں کی آزادی والی ریاست قائم کریں گے۔ اپنے سینوں پر گولیاں کھا کر پاکستان حاصل کیا تھا، مگر اب وہی پاکستان ہے کہ اس کی قوم مسلم شناخت کی بجائے پینٹ کوٹ پہن کر، داڑھیاں منڈوا کر، مونچھیں بنوا کر، چہروں پر میک اپ کی تہہ سجا کر، غیر ملکی اقوام کے سامنے بیٹھ کر اپنی مسلم شناخت کو پردوں میں چھپا کر رکھنا چاہتی ہے۔ کلمہ طیبہ کا نظام تو دور رہا یہ قوم اب امریکی نظام کی اتنی دلدادہ ہے کہ آج اگر امریکہ ویزہ اوپن کردے تو آدھا پاکستان امریکہ جانے اور ان کی شہریت حاصل کرنے کے لئے لائنوں میں لگا کھڑا ہو جو آزادی ہمارے آباء اجداد نے قربانیاں دے کر حاصل کی تھی ہم آج چند خواہشیں پوری کرنے کے لئے قرضے لے کر وہ آزادی بیچ رہے ہیں۔ سود کی تباہ کاریاں ہمارے جسموں اور گھروں کو کھا رہی ہیں۔

رسالت مآب ﷺ نے جس قوم کا یہ اعزاز بتایا ہو کہ وہ ایک جسم کی مانند ہے اس کے کسی ایک حصے کو بھی نقصان پہنچے تو پورا جسم تڑپ جاتا ہے وہ قوم کہاں ہے؟ ایک بزرگ سے ہم نے ویسے ہی کہہ دیا کہ دیکھیں ہمارے لیڈر ذاتی مفادات کی جنگ لڑتے ہیں، قوم کا درد نہیں رکھتے تو انہوں نے بڑے ہی حیرت بھرے انداز میں ہمیں دیکھا اور پوچھا کہ برخوردار ذرا ہمیں بھی تو بتاؤ کہ پاکستان میں کوئی قوم بھی ہے؟ ہم نے کہا جی کہ آخر یہی قوم تو ہے جس نے منتخب قومی اسمبلی میں اپنے نمائندے بھیجے اور صوبائی اسمبلیوں میں نمائندے بھیجے تو انہوں نے آگے سے یہ کہہ کر مجھے لاجواب کر دیا کہ بیٹا! یہ قوم نہیں ہے، اگر یہ قوم ہوتی تو کیا آج یہ منتخب نمائندے واپس اپنے اپنے گھروں کو سکون سے جا سکتے؟ جبکہ ابھی تک غیر آئینی صدر موجود ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان خود ابھی تک انصاف کا طلبگار ہے۔ مہنگائی میں ایک فی صد کمی نہیں آئی، کاروبار روز بروز مندی کی طرف بڑھ رہا ہے، ادارے بے لگام ہو گئے ہیں، ملک دشمنوں کے آگے ہاتھ جوڑے جا رہے ہیں کہ خدارا امن قائم کردو۔ پڑوسی دشمن ممالک ہم پر حملے کر رہے ہیں اور ہم اللہ پر توکل کی بجائے امریکہ کی طرف دیکھ رہے ہیں، جس مقصد کے لئے ہم نے یہ نمائندے بھیجے تھے وہ مقصد ہی اگر پورا نہیں ہوا تو یہ نمائندے کس کام کے؟ ہم کیوں نہیں ان کا تختہ الٹتے؟ اگر ہم میں یہ طاقت نہیں ہے تو یہ تو کر سکتے ہیں کہ ایسے نمائندوں اور وزراء کا بائیکاٹ کر دیا جائے، نہ انہیں اپنی محفل میں بلایا جائے نہ ان کے پاس جایا جائے، مگر یہاں تو اب بھی ذاتی تعلقات بنانے والوں کی لائنیں لگی ہیں۔ بس وہی سخت مزاج ہے جس کی ابھی تک ان تک رسائی نہیں ہوئی۔ بس ایک مرتبہ ملاقات کا انتظار ہے اگلے دن سختی پر نرمی غالب آ جائے گی۔ بزرگ بولتے رہے اور میرے ذہن میں خیالات کے دھارے آپس میں الجھتے رہے اور میں بھی یہ سوچنے لگا کہ قوم کہاں ہے؟ اس کا شعور کہاں ہے؟ اور قومی شعور کی گمشدگی کا ذمہ دار کون ہے؟ ہم کون ہیں؟ اور اس ملک میں ہمارا کیا کردار ہے؟ کہیں ہم بھی اسی قوم کا حصہ تو نہیں ہیں؟ تو پھر میں کیا کروں؟ کیا ایک میرے کچھ کرنے سے یہ معاشرہ سدھر سکتا ہے؟ اور کیا میرا یا میرے جیسے لوگوں کا کچھ کرتے رہنا بہتر ہے یا چپ رہنا؟ یہ سوالات کس سے پوچھیں؟-------- لیکن ہاں-------- ایک جگہ ہے-------- آؤ محفل ذکر الٰہی میں بیٹھیں اور مرشد سے راہنمائی حاصل کریں۔ شاید میری قوم مجھے مل جائے۔ پاکستان پھر قوم والا ملک بن جائے اور اس ملک کو بحرانوں سے نکلنے کا راستہ مل جائے۔

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM